ماہنامہ
خالد
ربوہ

ایڈیٹر
خالد مسعود

جولائی ۱۹۸۱ء

سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۵ رجون ۱۹۸۱ء کو مسجد احمدیہ اسلام آباد میں خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

"خصوصی طور پر بڑی کثرت کے ساتھ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کی پریشانیوں کو دور کرے اور جس طرح ہمیشہ ہی اپنی ۹۲ سالہ زندگی میں ہم نے مشاہدہ کیا ہے وہ ہماری مدد کو آئے ۔ کیونکہ جس وقت دنیا کے سارے دروازے انسان پر بند ہو جاتے ہیں تو صرف ایک دروازہ ایسا ہے جس کے متعلق یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ انسان پر بند نہیں ہوتا ۔ وہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ ہے ۔ اسے کھٹکھٹائیں پریشانیاں دور ہو جائیں گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔"

(الفضل ۲۰ رجون ۱۹۸۱ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
استبقوا الخیرات

تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جلد ۲۸ ـــــ شمارہ ۹۵

ماہنامہ

خالد

ربوہ

وفا ۱۳۶۰ ھش ؛ جولائی ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر
خالد مسعود

نائبین:
منصور احمد عارف ؛ محمود احمد اشرف

الفہرست

پبلشر : مبارک احمد خالد
پرنٹر : سید عبدالحی
مطبع : ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت : دفتر ماہنامہ "خالد"
دارالصدر جنوبی ربوہ
قیمت سالانہ : پندرہ روپے
" فی پرچہ : ایک روپیہ پچاس پیسے
کتابت : نورالدین خوشنویس ربوہ

اداریہ

رمضان المبارک۔ قرآن کریم کے نزول کا مہینہ

رمضان کا مہینہ ان مقدس ایام کی یاد دلاتا ہے جن میں قرآن کریم جیسی عظیم اور کامل کتاب کا دنیا میں نزول ہوا۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے :۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرۃ آیت ۱۸۶)

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔ وہ قرآن جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا گیا ہے جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے، ایسے دلائل جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی قرآن میں بے شمار الٰہی نشانات بھی ہیں۔

قرآن کریم کے ذریعے اتمام نعمت خداوندی ہوا۔ اس کی اتباع سے برکاتِ الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور انسان کا اپنے رب کے ساتھ ایک عجیب تعلق اور پیوند ہو جاتا ہے۔ اسے قوی توکل اور یقینِ محکم عطا کیا جاتا ہے۔ اس کا دل اس نور سے منور ہو کر مہبطِ انوارِ الٰہی بن جاتا ہے اور معارف و نکاتِ روحانی سے اسے آگہی بخشی جاتی ہے۔

یہ عظیم الشان نعمت جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسان کو عطا فرمائی اس سے انتہائی درجہ کی محبت اور عقیدت ہونی ایک طبعی امر ہے۔ کیونکہ اس سے محبت موجبِ فلاح اور کلیدِ کامیابی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

ترجمہ: "میں اپنے دل کو قرآن کریم اور اس کے دقائق، معارف اور نکات کی طرف مائل پاتا تھا۔ اس نے مجھے محبت کی وجہ سے اپنا لٹو بنا لیا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ وہ مجھے مختلف اقسام کے معارف اور قسم قسم کے پھل دیتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوں گے اور نہ انہیں مجھ سے ہٹایا جائے گا۔ اور میں نے دیکھا کہ ایمان کو مضبوط کرتا ہے اور یقین میں زیادتی کرتا ہے اور اللہ کی قسم وہ ایک لاثانی موتی ہے۔ اس کا ظاہر بھی نور ہے اس کا باطن بھی نور ہے اور اس کے ہر لفظ اور ہر کلمہ میں نور ہے۔ وہ ایک روحانی جنت

ہے جس کے خوشے نہایت قریب ہیں اور اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ہر ثمرِ سعادت اس میں پایا جاتا ہے۔...... اللہ تعالیٰ کی قسم اگر قرآن کریم نہ ہوتا تو میری زندگی کا کوئی مزہ نہ ہوتا۔ میں نے اُس کے حُسن کو ہزاروں یوسفوں سے زیادہ دیکھا ہے۔ پس میں اس کی طرف انتہائی طور پر مائل ہو گیا۔ اور وہ میرے دل میں گھر کر گیا ہے"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۴۵)

رمضان کے یہ دن نہایت بابرکت ایّام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکت کے دروازے کھولنے کے دن ہیں۔ یہ دن قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرنے اور اس کے معانی پر غور کر کے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے دن ہیں۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"رمضان کلام الٰہی کے یاد کرانے کا مہینہ ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مہینہ میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنی چاہیئے اور اسی وجہ سے ہم بھی اس مہینہ میں درس قرآن کا انتظام کرتے ہیں۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا کریں اور قرآن کریم کے معانی پر غور کریں تاکہ اندر قربانی کی روح پیدا ہو جس کے بغیر قوم ترقی نہیں کر سکتی۔"

(تفسیر کبیر)

ہمیشہ کی طرح امسال بھی جماعتیں اپنی اپنی مساجد میں درسِ قرآن کا اہتمام کر رہی ہیں ہمیں امید ہے کہ خدام ان درسوں میں کثرت سے شامل ہوں گے اور قرآنی معارف و علوم سے اپنے ذہن و دل کی روشنی اور اطمینان کے سامان کریں گے۔

خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے اور ہمارے قلوب کو قرآن کی محبت اور اس کے عشق سے بھر دے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

○

درس

روحانی سیری کے ایّام

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرۃ آیت ۱۸۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَلْحَدِیْثُ الْمُتَقَدِّمُ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّیَامُ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ۔ (بخاری۔ کتاب الصّوم)

حضرت ابوہریرہؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم کے تمام اعمال اس کیلئے ہوتے ہیں سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لئے ہے اور مَیں خود اس کا بدلہ دوں گا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا:۔

"روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بُھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا ایک اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اِس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدِّ نظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیئے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے، دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لئے تسلّی اور سیری کا باعث ہے۔ جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔"

(البدر ۱۷ر جنوری ۱۹۰۷ء)

غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم

(محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب۔ ربوہ)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا ۚ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝ (احزاب آیت ۱۰)

مختلف قسم کے اخلاق کو پرکھنے کے لئے مختلف قسم کی کسوٹیاں ہوتی ہیں بعض اخلاق اگر آرام و آسائش کی کسوٹی پر پرکھے جاتے ہیں تو بعض اخلاق مصائب و آلام اور کڑی آزمائش کی کسوٹی پر۔

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ایک عجیب اور منفرد شان کے انسان تھے جن کی ذات میں ہر قسم کے اخلاقِ حسنہ روشنی کے مختلف رنگوں کی طرح جمع تھے۔ ان اخلاقِ حسنہ کے باہمی امتزاج اور توازن ہی کا نام نورِ محمدؐ ہے۔ جو روشنی کے ایک موجیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح آپؐ کی ذات کے کوزے میں بند تھا اور سورج کی طرح روشن تھا۔ اس نور کی کرنیں بڑے وفور اور جوش اور قوت کے ساتھ آپؐ کی ذات سے پھوٹ کر عالمِ اخلاق کی شش جہات کو روشن کر رہی تھیں اور آج بھی کر رہی ہیں۔

وہ سب اخلاق جو پیارے اور حسین کہلاتے ہیں وہ آپؐ میں جمع تھے اور سب اخلاق جو کریہہ المنظر اور مکروہ دکھائی دیتے ہیں آپؐ کا وجود ان سے کلیۃً پاک اور خالی تھا۔

آپؐ کے اخلاق کا ہر رنگ پیارا تھا لیکن بڑی ہی پیاری بات جو آپؐ کے تمام اخلاق میں

یکساں اور برابر نظر آتی ہے وہ اُن کی وفا تھی۔
آپ یہ سُن کر شاید تعجب کریں گے کہ مَیں یہ کیا بات کہہ رہا ہوں اخلاق اور وفا۔ کیا کبھی اخلاق بھی باوفا ہوئے ہیں؟ ہاں ہاں ہوتے ہیں کبھی اخلاق بھی باوفا ہُوا کرتے ہیں۔ میرے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو دیکھو وہ تو سبھی باوفا تھے، تمام تر سراپا باوفا۔

کبھی کسی انسان کے اخلاق نے اس سے ایسی وفا نہیں کی جیسی ہمارے آقا و مولا کے اخلاق نے آپؐ سے وفا کی کبھی کسی حال میں بھی تو آپؐ کو نہ چھوڑا۔ کبھی کسی آزمائش کے وقت بھی آپؐ سے جُدا نہیں ہوئے۔

آپؐ کے وہ اخلاق بھی بڑے باوفا تھے جو عموماً غربت اور افلاس میں تو دوستی کا دَم بھرتے ہیں لیکن فراخی اور آسائش کے وقت اِس طرح ساتھ چھوڑ جاتے ہیں جیسے کبھی واقف اور آشنا ہی نہ تھے۔ آپؐ کے وہ اخلاق بھی حد درجہ باوفا تھے جو آسائش اور آرام کے وقت ہر کسی کے سُکھ کا ساتھی بننے کے لئے آ دھمکتے ہیں لیکن مصائب اور آلام کے وقت ساتھ نہیں دیتے اور اِس طرح آنکھیں پھیر لیتے ہیں جیسے پہلے کبھی ملے ہی نہ ہوں۔ یا جیسے پرندہ گھونسلے کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دے۔ عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ امن کے زمانہ میں بڑے بڑے با اخلاق کہلانے والے شائستہ لوگ جب جنگ کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں تو اُن کے اخلاق کا کہیں نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ ہم نے بڑی بڑی با اخلاق کہلانے والی مہذّب قومیں دیکھی ہیں جن کو جنگ کی آزمائش نے وحشی درندوں میں تبدیل کر دیا اور ان کے تمام اخلاقی ضابطے ٹوٹ کر چکنا چُور ہو گئے اور ایسی سفاکی اور بہیمیت اُن سے ظاہر ہوئی گویا وہ انسانیت کے ملمع میں چھُپے ہوئے ہولناک درندے تھے۔ جو وحشی بھی تھے اور کمینے بھی، جو سفّاک بھی تھے اور ذلیل بھی۔ تہذیب اور تمدّن اور انسانیت کا جو غازہ سا اُنہوں نے چہروں پر مَل رکھا تھا جب جنگ کی تند ہواؤں نے اُس پاؤڈر کو اُڑا دیا تھا تو ایسے مکروہ اور ذلیل و خوار چہرے برآمد ہوئے جو آج کے انسان کی نسبت قدیم زمانہ کے بھیانک جانوروں کے چہروں سے زیادہ مشابہ تھے جس کسی نے بھی جنگِ عظیم اوّل اور جنگِ عظیم دوم کے حالات دیکھے یا پڑھے یا سُنے ہوں وہ بلا شبہ گواہی دیگا کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں مبالغہ سے پاک عین حقیقت ہے۔ جرمن فسطائیوں نے خود اپنے ہی بھائی بند سفید فام یورپین لوگوں سے جو کچھ کیا کوئی ڈھکی چھُپی راز کی بات نہیں۔ اور ایشیا کی مہذّب قوم جاپان نے اپنے ایشیائی بھائی انڈونیشیا کے باشندوں سے جو شرمناک اور ظالمانہ سلوک روا رکھا اسکی یادیں آج بھی ان لوگوں کو لرزہ براندام کر دیتی ہیں جو اس بھیانک دَور سے گزرے تھے۔ بلا شبہ جاپانی

تسلّط کا وہ ہولناک دور تمام ہو چکا ہے لیکن اس کا منحوس ڈراؤنا سایہ ہمیشہ انڈونیشیا کی تاریخ پر ایک بھیانک خواب کی طرح مسلّط رہے گا۔ پس وہ لوگ جو گزشتہ دو عالمی جنگوں کی تاریخ سے کسی قدر واقف ہیں خوب جانتے ہیں کہ ان عالمی جنگوں نے دراصل کُل عالم میں انسانی اخلاق کے کھوکھلے پن کا ڈھنڈورا پیٹ دیا اور تمام جہان میں انسانی تہذیب و تمدّن کی ایسی پردہ دری کی کہ اس دَور کا متمدّن انسان حیوانوں کی دُنیا میں وہ سر اُٹھا کر چلنے کے قابل نہ رہتا۔

لیکن ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق زمانے کے نشیب و فراز اور حالات کی سختی اور نرمی اور وقت کے گرم و سرد سے آزاد تھے۔ اور کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ نے آپؐ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ دولت اور غربت، طاقت اور کمزوری، امن اور جنگ ہر قسم کے تغیّرات آپؐ کی زندگی نے دیکھے لیکن اخلاقِ حسنہ کا رنگ بدلتے نہ دیکھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنے بھی غزوات پیش آئے اُن میں سے ہر غزوہ نے اخلاقِ حسنہ کو ایک نئے رنگ میں نکھار کر پیش کیا۔ یوں تو ہر میدانِ کارزار ان لشکروں کے لئے جو مقابلۃً کمزور ہوں۔ صبر اور ہمّت اور مردانگی اور شجاعت کا امتحان لے کر آتا ہے اور آزاد بلند ہمّت ماؤں کے بیٹے ہی ان امتحانوں میں کامیاب ہوا کرتے ہیں۔

لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات ان امتحانوں کے سوا بھی کچھ امتحان لایا کرتے تھے، جو اخلاقی آزمائش کے ایسے کڑے امتحان ہوتے کہ عباد الرحمٰن کے سوا کوئی ان امتحانوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

پس جب ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہرگز یہ مقصد نہیں کہ فنونِ جنگ کے اعتبار سے آپؐ کی ایسی شاندار جنگی حکمتِ عملی کو اُبھار کر پیش کیا جائے جس کے سامنے دُنیا کے دوسرے بڑے بڑے جرنیلوں کے چہرے پھیکے اور ماند پڑے ہوئے دکھائی دینے لگیں۔ مانا کہ یہ بھی سچ ہے اور اس پہلو سے بھی آپؐ کو دُنیا کے عظیم جرنیلوں پر فوقیت حاصل ہے لیکن یہ تو محض ایک ضمنی اور ثانوی اور ادنیٰ سی بات ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہرگز اس امر پر مبنی نہیں کہ آپؐ نے فنونِ جنگ کے اعتبار سے سپہ سالاری کے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔ آپؐ کی شان تو اس امر میں مضمر ہے بلکہ ظاہر و باہر اور نصف النہار کے سورج کی طرح روشن روشن ہے کہ آپؐ مکارم الاخلاق پر فائز تھے اور اخلاقی فتوحات کی وہ بلند چوٹیاں آپؐ نے سَر کیں جن کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے سے پگڑی گرتی ہے۔

جنگِ احزاب بھی اِنہی آزمائشوں کی ایک کڑی تھی جن میں آپؐ کے بلند اخلاق بشدّت آزمائے گئے۔ یہ ایک ایسا امتحان تھا کہ ایمان اور روحانیت

اور اخلاقیات کی دُنیا پر گویا ایک زلزلہ سا طاری ہو گیا۔ اور اس زلزلے کے متواتر شدید سے شدید تر جھٹکے ایسے آئے کہ غیر مُسلم اہلِ مدینہ تو درکنار نسبتاً کمزور ایمان والے مسلمانوں کی اساس میں بھی دراڑیں پڑ گئیں اور بعض بظاہر بڑی بڑی مضبوط عمارتیں بھی منہدم ہو کر سطحِ زمین سے پیوست ہو گئیں۔ اہلِ اسلام کی کائنات پر فی الحقیقت یہ وقت ایک ایسے ہی ہولناک زلزلہ کے مشابہ تھا جس کے جھٹکے بار بار محسوس ہوں اور ہر بار پہلے سے بڑھ کر خطرناک شدّت کے ساتھ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم اس کا ذکر فرماتے ہوئے ایک ہولناک زلزلے کی ہی مثال دیتا ہے :-

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ
وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝

(الاحزاب آیت ۱۲)

اگرچہ جنگِ احزاب کی تفاصیل بیان کرنا تو میرے موضوع میں شامل نہیں لیکن اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے نظیر کردار کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ صبر آزما حالات بیان کئے جائیں جن سے آپ کے اخلاقِ حسنہ کو دوچار ہونا پڑا۔

اِس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر اگرچہ کفارِ مکہ کے مقابل پر مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف اُٹھانی پڑی لیکن اس کے باوجود قریشِ مکہ اور اُن کے سردار اس احساس سے بے چین تھے کہ اُنہیں جنگِ اُحد کا کوئی بھی ٹھوس فائدہ نہیں پہنچا اور جنگی مصلحتوں اور منفعتوں میں سے کچھ بھی تو حاصل نہ ہُوا۔ اُن کا اصل مقصد تو اسلام کی بیخ کنی اور توحید کا خاتمہ کرنا تھا لیکن جنگِ اُحد کے بعد بھی مسلسل اسلام ترقی پذیر رہا بلکہ پہلے سے بڑھ کر تیز رفتاری کے ساتھ اہلِ عرب میں نفوذ کرنے لگا۔ پس قریشِ مکہ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کی اٹل تقدیر کے تابع پہلے سے بڑھ کر اسلام کی ترقی پر حسد میں جلنے اور غیظ کھانے لگے۔

قریشِ مکہ کے علاوہ ایک یہودی قبیلہ بنو نضیر جسے عہد شکنی، فساد، بے حیائی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اقدامِ قتل کے نتیجہ میں مدینہ سے نکال دیا گیا تھا اپنی اس جلاوطنی کے نتیجہ میں اسلام کا پہلے سے بھی کہیں بڑھ کر دشمن ہو چکا تھا اسی انتقام کی آگ میں جلتا ہُوا اس قبیلہ کا سردار حُیی بن اخطب مسلسل قبائل عرب اور اہلِ مکہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف اُکساتا رہتا تھا پس اس معاند کی اشتعال انگیزی نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اہلِ مکہ اور اُن کے حلیف اسلام دشمن قبائل بنو غطفان، بنو اسد، بنو سُلیم، بنو مرّہ، بنو اسعد وغیرہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ ایک ایسا عظیم الشان لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوں جس کے مقابلہ کی مسلمانوں میں تاب نہ ہو۔ یہ منصوبہ نہائی

خطرناک تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ عرب کی سرزمین سے مسلمانوں اور اسلام کو کلیۃً ناپید کر دیا جائے۔

مختلف گروہوں یعنی احزاب پر مشتمل یہ عظیم لشکر جس کی تعداد دس اور پچیس ہزار کے درمیان بتائی جاتی ہے سامانِ جنگ سے پوری طرح لیس ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ چونکہ ان گروہوں کے علاقے مدینہ سے مختلف سمتوں اور فاصلوں پر واقع تھے اس لیئے ایک منصوبہ کے تحت یہ ایسے مختلف وقتوں میں روانہ ہوئے کہ مدینہ کے قریب اُحد کی وادی کے گرد و پیش یہ سب گروہ تقریباً بیس پچیس فروری ۶۲۷ء / شوال ۵ ہجری تک جمع ہو گئے۔ اس خوفناک منصوبہ کا دائرہ چونکہ بہت وسیع تھا اور مدینہ کے شمال میں خیبر سے لے کر مدینہ کے جنوب میں مکّہ تک پھیلا ہوا تھا اس لئے اس کا پردۂ اخفاء میں رکھنا ناممکن تھا۔ چنانچہ غالباً جنوری کے اواخر تک کسی وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس منصوبہ کی اطلاع مل گئی۔ یہ اطلاع ملتے ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کہ اس انتہائی خوفناک حملہ سے کیسے نپٹا جا سکتا ہے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ مدینہ کی شمالی اور مشرقی جانب چونکہ قدرتی دفاع سے خالی ہے اور اس طرف سے کوئی لشکر بلا روک ٹوک شہر میں داخل ہو سکتا ہے اس لیئے اہلِ فارس کے طریق کے مطابق اس طرف خندق کھود دی جائے تاکہ دشمن کو اپنی بے پناہ عددی برتری سے فائدہ اُٹھانے کا موقع نہ ملے اور مسلمانوں پر یک دفعہ یلغار نہ کر سکے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور خندق کی نشاندہی فرما کر بلا تاخیر اس کی کھدائی کا کام شروع کروا دیا۔ یہ خندق تقریباً ۲۱ دن میں مکمل ہوئی۔ اس کی لمبائی ڈیڑھ میل سے ساڑھے تین میل تک بیان کی گئی ہے۔ لیکن میرے نزدیک تین میل والی روایات زیادہ قابلِ قبول ہیں کیونکہ مدینہ کے نقشہ پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کم و بیش تین میل خندق نہ کھودی جاتی تو خندق کی کھدائی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا اور میل ڈیڑھ میل کا ایسا کھلا راستہ دشمن کو میسّر آجاتا جس پر سے بیس پچیس ہزار کی فوج آسانی سے گزر کر بیک وقت یلغار کر سکتی تھی۔

تین ہفتہ کا یہ عرصہ جس میں خندق کھودی گئی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگی پر جسمانی لحاظ سے سخت ترین دَور تھا۔ مرد، عورتیں اور ایسی عمر کے بچے ملا کر جو کچھ نہ کچھ کام کے قابل تھے صحابہؓ کی کل تعداد تین ہزار کے لگ بھگ تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام مرد و زن، بوڑھے اور بچے خندق کی کھدائی کے سلسلہ میں مختلف کاموں پر لگا دیئے۔ ہلکے کام عورتوں اور بچوں کے سپرد تھے اور کھدائی اور

مٹی اُٹھانے کا کام مردوں کے سپرد تھا۔ آپؐ نے کام کرنے والوں کو دس دس کی ٹولیوں میں تقسیم فرما کر ہر ٹولی کے سپرد تقریباً ۲۰ گز لمبی اور ۴ گز چوڑی زمین کر دی جہاں اُنہوں نے اپنے حصّہ کی خندق بنانی تھی۔

شدید مشقّت اور فاقہ کشی

مسلمانوں پر یہ وقت بہت بھاری تھا۔ وقت تھوڑا اور کام بہت زیادہ تھا۔ معلومات کا کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا کہ دشمن کے پہنچنے کا صحیح اندازہ لگایا جاسکے اس لئے اِس بے یقینی کی کیفیت نے اَور بھی اضطراب بڑھا دیا تھا۔ زمین سخت اور سنگلاخ تھی۔ آلات پُورے میسّر نہ تھے۔ کدالوں اور پھاوڑوں کی اتنی کمی تھی کہ بنو قریظہ سے کرائے پر حاصل کئے گئے تب بھی ضرورت پُوری نہیں ہوسکی۔ مٹی دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے ٹوکریاں اور ٹوکرے بھی بالکل ناکافی تعداد میں تھے۔ پس صحابہؓ اپنی چادروں میں بھر بھر کر مٹی خندق سے نکال کر باہر پھیلاتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اپنے کھیسوں میں مٹی بھر بھر کر لے جانے کے کام پر مامور تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں دن رات اللہ کے مزدوروں کا یہ گروہ خندق کھودنے میں مصروف تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم محض نگرانی کے فرائض ہی سرانجام نہیں دے رہے تھے بلکہ دوسرے محنت کشوں کی طرح اپنے مولیٰ کے در کا ایک مزدور بنے ہوئے اہلِ بیت کے ساتھ اپنے حصّہ کی زمین کی کھدائی فرما رہے تھے۔

مَیں سوچتا ہوں کہ ایسے معزّز مزدور دنیا میں ایک ہی بار ظاہر ہوئے جن کی صفوں میں سب دنیا کا سردار ایک عام مزدور کی طرح محنت کر رہا تھا۔ اور سب جفاکشوں سے بڑھ کر جفاکشی کے جوہر دکھا رہا تھا۔ آسمان کی آنکھ نے ایسا نظارہ پہلے کب دیکھا تھا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ محمدؐ اللہ کا رسول اور وہ خوش نصیب جو اُس کے ساتھ تھے یعنی عباد الرحمٰن کا یہ گروہ جو تخلیقِ کائنات کا خلاصہ تھے۔ وہ جن کی خدمت پر زمین و آسمان کو اور ہر اُس چیز کو جو اُن کے درمیان ہے مسخر رکیا گیا تھا خود اپنے رب اور اپنے خالق کے حضور اپنی زندگی کی ساری کائنات مسخر کئے ہوئے سخت جان جوکھوں کی مزدوری میں مصروف تھے۔ یہ وہ دن تھے جب تسخیرِ کائنات کا مضمون اپنے کمال کو پہنچا، یہ وہ ایّام تھے جب مزدوری کے ادنیٰ کام کو وہ شرف نصیب ہوا کہ قیامت تک مزدور سخت مشقّت کی گلیوں میں بھی سر اُٹھا کر چلے گا اور مزدوری ذلّت و نکبت کا نہیں بلکہ عزّت و شرف کا نشان بنی رہے گی۔

یہ کوئی عام معمولی محنت کا کام نہیں تھا۔ کوئی ایسا وقارِ عمل نہیں تھا کہ کچھ سفید پوش نصف گھنٹے یا گھنٹے کے لئے مٹی کھودنے یا اُٹھانے کا کام کر کے وقارِ عمل کی عظمت کا احساس لئے ہوئے گھروں کو

سدھار ہیں اور سارے گھر کو فخر سے بتائیں کہ جی ہم وقارِ عمل سے آ رہے ہیں اور پھر کئی دن تک اپنے ہاتھوں کے چھالے سہلاتے رہیں۔ یہ تو ایک ایسی سخت جانی کی مزدوری تھی کہ کوہکن فرہاد کے قصے اس کے سامنے ایک لغو اور کھوکھلا افسانہ دکھائی دیتے ہیں۔

دن رات کی اس شدید محنت پر بھوک نے ایک الگ آفت ڈھا رکھی تھی۔ اوّل تو اُن دنوں مسلمانوں کی معاشی حالت ویسے ہی بہت کمزور تھی اُوپر سے دفاعی مصروفیات نے روزمرّہ کے تجارتی کاروبار بند کر دیئے تھے۔ علاوہ ازیں بکثرت ان میں ایسے غریب محنت کش صحابہؓ شامل تھے جن کی معیشت روزمرّہ کی ہاتھ کی کمائی پر منحصر تھی۔ پھر ایک لمبے نامعلوم عرصہ تک پھیلے ہوئے پیش آمدہ گھیراؤ کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا اس لئے جس گھر میں جو تھوڑا بہت ذخیرہ تھا وہ بھی آئندہ سخت تر وقتوں کے لئے بچا کر رکھا جا رہا تھا غرضیکہ حال یہ تھا کہ ایک طرف تو محنت کی غیر معمولی شدّت دوسری طرف خوراک کی غیر معمولی کمی، اُوپر سے موسم سخت سردی کا اور کھلے میدان میں خیمہ کشی۔ جبکہ بہتوں کو تن ڈھانپنے کو پورے کپڑے بھی میسّر نہ تھے۔ غرضیکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ پر ایسی طویل اذیت ناک گھڑیاں کبھی نہیں آئیں جیسی غزوۂ احزاب کے پُرآشوب زمانہ میں۔

جسمانی مشقّت اور شدید بھوک کے اس ہولناک ابتلاء میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب دوسروں سے بڑھ کر تکلیف اُٹھانے والے تھے اور سب دوسروں سے بڑھ کر ان آزمائشوں سے آپؐ کامیاب و کامران ہو کر نکلے۔ اِس ضمن میں دو حیران کُن مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

خندق کی کُھدائی کے دَوران مسجد ذباب کے پاس جو پارٹی خندق کھود رہی تھی اس میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی شامل تھے۔ آپ انتہائی مضبوط جسم کے مالک تھے اور بڑے جفاکش تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گروہ بندی کے وقت انصار اور مہاجرین دونوں کی خواہش تھی کہ وہ اُن میں شمار کئے جائیں، اور دونوں اپنے اپنے حق میں دلائل پیش کر رہے تھے لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی محبّت اور شفقت سے اُن کے متعلق فرمایا: اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ کہ سلمان تو ہمارا ہے اور اہلِ بیت میں سے ہے۔ یہ تو خیر ایک ضمنی بات تھی، بتا میں یہ رہا تھا کہ اِس کُھدائی کے دَوران ایک ایسی سخت چٹان نمودار ہوئی کہ کسی صورت سے ٹوٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔ حتّٰی کہ حضرت سلمانؓ جیسے غیر معمولی مضبوط انسان کی ضربیں بھی محض بے کار ثابت ہوئیں۔ آخر عاجز آ کر اس گروہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا جس کا ذکر سیرۃ النبیؐ، ترجمہ تاریخ طبری میں اِن الفاظ میں آتا ہے:-

"پھر اللہ عزّ وجلّ نے خندق کے

اندر ایک چکنا سفید بڑا پتھر ظاہر
کر دیا۔ اس سے ہمارے اوزار
ٹوٹ گئے اور ہم اس کے اکھاڑنے
سے تنگ ہو گئے۔ ہم نے کہا سلمان!
تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس اُوپر جاؤ اور اُن کو اِس
کی اطلاع کرو تاکہ وہ ہمیں اِس
پتھر سے ذرا ہٹ جانے کی اجازت
دیں کیونکہ اِس سے بہت ہی کم
فرق پڑے گا۔ یا وہ اِس کو نکالنے
کا حکم دیں تو ہم ویسا کریں گے۔
ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ آپؐ
کے خط سے سرِ مُو تجاوز کریں۔
سلمانؓ خندق کے اندر سے چڑھ کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئے۔ آپؐ اُس وقت ترکی
خیمہ میں بیٹھے تھے۔ سلمانؓ نے کہا
یا رسول اللہ! میرے ماں باپ
آپ پر نثار ہوں۔ خندق میں ایک
بہت بڑا سفید سخت اور چکنا پتھر
نکل آیا ہے۔ اس سے ہمارے اوزار
ٹوٹ گئے۔ ہم اس کے کھودنے
سے تنگ آ گئے ہیں۔ اس پر کچھ
اثر ہی نہیں ہوتا۔ اب جیسا ارشادِ
عالی ہو، ہم آپ کے خط سے سرِ مُو
تجاوز کرنا پسند نہیں کرتے۔
رسول اللہ صلعم سلمانؓ کے ساتھ
خود خندق میں اُترے۔ آپؐ کے
آتے ہی ہم بقیہ نو آدمی خندق کے
اُوپر آ گئے۔ رسول اللہ صلعم نے
سلمانؓ کے ہاتھ سے کدال لی اور
اس سے پتھر پر ایک ضرب ماری
جس سے وہ ٹوٹ گیا اور اس میں
سے بجلی کی ایسی چمک نکلی جس سے
تمام مدینہ روشن ہو گیا۔ وہ روشنی
اِس قدر تیز تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا
کہ اندھیری کوٹھڑی میں روشن
چراغ ہے۔ رسول اللہ صلعم نے
تکبیر فتح کہی۔ پھر مسلمانوں نے بھی
تکبیر کہی۔ دوسری مرتبہ آپؐ نے
اُس پر ضرب ماری جس سے اُس
میں اور شگاف پڑ گیا اور ایسی
بجلی کی سی روشنی ہوئی جس سے تمام
مدینہ روشن ہو گیا معلوم ہوتا تھا
کہ اندھیری کوٹھڑی میں چراغ
روشن ہے۔ آپؐ نے تکبیر فتح کہی
تمام مسلمانوں نے تکبیر کہی اور اب
تیسری مرتبہ آپؐ نے دستِ مبارک
سے اس پر ضرب ماری اور اس
مرتبہ اسے بالکل توڑ ڈالا۔ تو پھر

اُس میں سے حسبِ سابق بجلی کی چمک ہوئی جس سے تمام مدینہ روشن ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تاریک کوٹھڑی میں چراغ روشن ہوگیا۔ رسول اللہ صلعم نے تکبیر کہی مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی۔ پھر سلمان رضؓ کا ہاتھ پکڑ کر خندق کے اُوپر چڑھ آئے ۔"

(سیرۃ النبی۔ ترجمہ تاریخ طبری جلد اوّل صفحہ ۲۸۵)

اس چھوٹے سے واقعہ کو مختلف زاویوں سے دیکھنے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کے مختلف پہلو نظر کے سامنے آتے ہیں۔

سب سے پہلے تو تعجب ہوتا ہے کہ اس انتہائی جسمانی محنت اور فاقہ کشی کے زمانہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کیسا غیر معمولی عزم اور ذمہ داریوں کا احساس تھا کہ یہ اطلاع ملنے پر کہ ایک سخت چٹان کسی کوشش سے بھی ٹوٹنے میں نہیں آتی آپؐ اطلاع دینے والے کو یہ جواب نہیں دیتے کہ اے سلمان! تم تو اسلامی لشکر کے مضبوط ترین مجاہد ہو اور تمہاری جفاکشی کے چرچے عام ہیں۔ اگر تمہاری ضربوں سے بھی چٹان نہیں ٹوٹی تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس جگہ کو چھوڑ کر خندق کا راستہ بدل دو اور چٹان کے پہلو سے ہو کر گزر جاؤ۔ نہیں! بلکہ ایک نہایت بلند پایہ منتظم کی حیثیت سے آپؐ موقع پر جا کر صورتِ حال کا جائزہ لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ صرف جائزہ لینا ہی ضروری نہیں سمجھتے بلکہ خود چٹان کو توڑنے کی کوشش کرنے کا فیصلہ فرما لیتے ہیں۔ یہ فیصلہ ان حالات میں کوئی معمولی ہمّت کا کام نہ تھا۔

مسلسل فاقوں اور محنتِ شاقہ کے اُن ایّام میں سردی بھی غضب کی پڑ رہی تھی۔ جن لوگوں کو سخت سردی میں بھوک کی سختی اور اس کے ساتھ جسمانی محنت کچھ تھوڑا سا بھی تجربہ ہو وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت انسان کی نفسیاتی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ پس یہ واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آہنی عزم پر بھی روشنی ڈالتا ہے اور اس احساسِ ذمہ داری پر بھی اور اس حقیقت پر بھی کہ ادائیگیٔ فرض کی خاطر آپؐ اپنی جان کو اور اپنی ذات کو شدید سختی اور مشقت میں ڈالنے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتے تھے۔

پس میں تو جب اُس وقت کا تصوّر کرتا ہوں کہ کیسی شدید جسمانی اذیت اور تکلیف کی حالت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس چٹان کی جانب بڑھ رہے تھے، وقار اور صبر اور ضبط کا پیکر بنے ہوئے۔ جب آپؐ کے قدم خندق کے اُس حصہ کی طرف اُٹھ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ اُس وقت کیسی محبت اور پیار کی نظروں سے آپؐ کو دیکھ رہا ہوگا اور کائنات کے ذرّے ذرّے کے دل سے یہ آواز اُٹھ رہی ہوگی کہ

دیکھو اس انسانِ کامل کو دیکھو کیسے کیسے بوجھ اُٹھانے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے!

ایک اور پہلو سے جب ہم اس واقعہ کو دیکھتے ہیں تو اپنے ربّ پر آپؐ کے حیرت انگیز توکّل اور یقینِ کامل کا ایک حسین نظارہ سامنے آجاتا ہے۔ آپؐ جانتے تھے کہ آپؐ کی مرضی خدا کی مرضی اور آپؐ کا ارادہ خدا کا ارادہ بن چکے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو آپؐ کے مشن میں ناکام رہنے دے۔ آپؐ ہمہ تن ہمہ وقت دُعا تھے۔ مَیں سوچتا ہوں کہ اس وقت آپؐ کے دل کی گہرائیوں سے کیا کیا کہی یا اَن کہی دُعائیں اُٹھ رہی ہوں گی۔ زبانِ حال تو یقیناً یہ کہتی سُنائی دیتی ہے کہ اے میرے رب! میرے ہمّ و غم اور جسمانی آزار تجھ سے بڑھ کر اَور کوئی نہیں جانتا۔ میری جسمانی کمزوری اور فاقہ کشی سے پیدا ہونے والی نقاہت کے راز تجھ سے بڑھ کر کس پہ روشن ہیں! تو جانتا ہے کہ مَیں دن کو بھی مصروف رہتا ہوں اور راتیں بھی تیرے حضور جاگ کر کاٹتا ہوں اور چند لمحوں کی پُرسکون نیند سے بھی محروم ہوں۔ پھر بھی میرے آقا! یہ اُمّتِ مسلمہ جس کی سرداری تُو نے مجھے بخشی ہے اس کی ہر ذمہ داری کو مَیں فقط اور فقط تیری رضا کی خاطر اُٹھاتا چلا جا رہا ہوں اور اُٹھاتا چلا جاؤں گا۔ یہ دُعائیں خواہ کچھ بھی ہوں عالم الغیب خدا آپؐ کے حال سے خوب باخبر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جب مجاہدینِ خندق کو بھوک ستاتی ہے تو سب سے بڑھ کر بھوک کی تکلیف میں اس کا بندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مبتلا ہوتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ جب مومن مشقّت اُٹھاتے ہیں تو سب سے بڑھ کر مشقت اُٹھانے والا اُس کا بندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتا ہے۔ اور خوب جانتا تھا کہ جب نیند کے چند لمحات کے لئے مومنوں کی آنکھیں ترس رہی ہوتی ہیں تو سب سے بڑھ کر نیند کا ستایا ہوا اس کا بندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتا ہے۔ اِن حالات میں جب کوئی فاقہ زدہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سائلانہ نظروں سے دیکھتا ہوگا، جب کوئی تھکا ہارا آنحضورؐ سے آرام کی اجازت مانگتا ہوگا، جب کوئی رتجگوں سے تنگ آیا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے کی رخصت چاہتا ہوگا، جب کوئی تھکا ہوا جسم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت کاموں میں مدد کا طالب ہوتا ہوگا اور آنحضورؐ خود اپنی بے آرامی اور اپنے فاقوں اور اپنی جسمانی اذیّت کا راز سینے میں چھپائے ہوئے اُس نسبتاً کم مصیبت زدہ کی ہمدردی اور غمخواری فرماتے ہوں گے اور اُس کا بوجھ ہلکا کرنے کی سعی فرماتے ہوں گے تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ آپؐ پر درُود اور سلام بھیجتا ہوگا اور زمین و آسمان بیک زبان یہ گواہی دیتے ہوں گے کہ دیکھو اپنے خدا کی خاطر اس کی مخلوق کے سارے بوجھ اُٹھانے والا وہ آگیا جس کی وقت کو ازل سے انتظار تھی۔ وہ جس کی نظیر نہ پہلے تھی نہ آئندہ ہوگی۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ اُن آڑے وقتوں میں آپؐ کا ربّ اپنے اس بے مثل بندے کی مدد کے لئے خود عرش سے زمین پر نہ اُتر آتا۔ کہ اے میری خاطر سب ناممکن بوجھ اُٹھانے والے! میں تیری خاطر تیرے سب بوجھ اُٹھالوں گا اور ہر ناممکن کو ممکن کر دکھاؤں گا۔ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ میری ساری کائنات اور اس کے تمام مخفی قوانین تیرے لئے مسخّر کر دیئے گئے ہیں۔

واقعاتی شہادت ہمیں بتا رہی ہے کہ ایسا ہی ہوا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خندق میں اُتر کر اُس چٹان تک پہنچے اور اُسے توڑنے کے لئے کدال اُٹھایا تو وہ اٹوٹ چٹان جس پر سلمان فارسیؓ جیسے گرانڈیل انسان کی پے در پے ضربات نے کوئی ادنیٰ سا اثر نہ دکھایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ضرب سے اُس کا سینہ شق ہو گیا اور ایک شعلہ بلند ہوا جس سے سارا ماحول روشن ہو گیا۔ پھر دوسری مرتبہ آپؐ نے ضرب لگائی اور پھر چٹان کے ٹوٹنے کے ساتھ ایک اور شعلہ بلند ہوا جس سے سارا ماحول روشن ہو گیا۔ پھر تیسری مرتبہ آپؐ نے ضرب لگائی اور ایک اور ماحول کو روشن کر دینے والا شعلہ بلند ہوا اور چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئی اور صحابہؓ کے لئے ایسی نرم اور عاجز ہو گئی جیسے ریت کا بے جان تودہ ہو۔ اس واقعہ میں غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیامت تک کے لئے یہ سبق ہے کہ اگر تم محض خدا کی خاطر اُس پر توکّل کرتے ہوئے بظاہر اپنی طاقت سے بہت بڑھ کر بوجھ اُٹھانے کے لئے آگے بڑھو گے تو خدا خود تمہارے بوجھ اُٹھالے گا۔ اور تمہارے نحیف اور کمزور بازوؤں کو وہ طاقت بخشے گا کہ بڑی بڑی مضبوط چٹانوں کا سینہ چیر دیں۔ تمہارا خدا خود تمہارا کفیل ہو جائے گا اور تمہاری دعاؤں کو قبولیت کا وہ معجزہ عطا کرے گا جو ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔

ایک عظیم الشان جزاء

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور وقار کی عظمت کے لئے جب خدا تعالیٰ نے اس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا تو بات یہیں ختم نہیں ہو گئی اور آنحضورؐ کی قربانی اور ایثار اور عزم اور توکّل کی صرف یہی جزاء نہ تھی یہ تو محض ایک ابتدائی علامت تھی۔ حضرت عمروؓ بن عوف روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چٹان کو توڑ کر خندق سے باہر تشریف لائے تو دورانِ گفتگو صحابہؓ سے فرمایا بے شک جب میں نے پہلی ضرب لگائی اور اس سے روشنی نمودار ہوئی تو اس کی چمک میں حیرہ کے قصور اور کسریٰ کی سرزمین کے شہر دکھائے گئے اور بشارت دی گئی کہ ان پر میری اُمّت کو اقتدار بخشا جائے گا۔ دوسری ضرب لگانے پر جو روشنی نمودار ہوئی اُس کی ضو میں روم کے سُرخ محلات دکھائے گئے اور

جبرائیل نے مجھے خوشخبری دی کہ ان پر بھی میری اُمت فتحیاب ہوگی۔ تیسری مرتبہ جو مَیں نے ضرب لگائی اور اُس سے روشنی نمودار ہوئی تو اس مرتبہ بھی اس کی چمک دمک میں مجھے صنعاء کے محلات دکھلائے گئے اور خوشخبری دی گئی کہ ان پر بھی تیری اُمت کو غلبہ عطا کیا جائے گا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ چٹان کے شق ہونے کا معجزہ محض ایک کھڑکی کی حیثیت رکھتا تھا جو مسلمانوں کے خوش آئند مستقبل کی جانب کھولی گئی تھی، جو اُس افق کی جانب کھولی گئی تھی جس پر مسلمانوں کی عظیم فتوحات کی خبریں نور کی روشنائی سے جلی حروف میں لکھی ہوئی تھیں اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک پیغام تھا کہ اے عظیم سلطنتِ کسریٰ کے فتح کرنے والو! اور اے مشرقی سلطنتِ روما کی بے پناہ طاقت زیر و زبر کر دینے والو! اور قسطنطنیہ کے سُرخ محلات کے فاتحین اور اے وہ فتح نصیب اسلامی لشکرو! جن کی یورش سے صنعاء کے قلعوں کے دروازے ٹوٹ جائیں گے کبھی یہ گمان نہ کرنا کہ یہ عظیم فتوحات تمہارے زورِ بازوؤں کا نتیجہ ہے۔ نہیں نہیں! یہ نتیجہ ہے میرے بندے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُس ایثار اور قربانی اور انکسار کا، اور اُس بے پناہ قوتِ برداشت کا جو احزاب کے پُر آشوب زمانہ میں اُس نے دکھائی تھی۔

غزوۂ احزاب تاریخِ عالم کے جس دَور میں واقعہ ہے اُس دَور میں حجاز دُنیا کے دیگر ممالک کے مقابل پر ایک نہایت کمزور اور بے زور مُلک تھا۔ جس کا دُنیا کے متمدّن اور طاقتور ملکوں میں کوئی شمار ہی نہ تھا۔

اِس حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذرا اندازہ کیجئے کہ پھر مسلمانوں کی کمزوری کا کیا عالم ہوگا کہ مدینے کے چھوٹے سے شہر میں عرب کے چند قبائل کے گھیرے میں آ کر دُنیاوی اعتبار سے کیسے بے زور اور بے طاقت اور بے بس نظر آ رہے ہیں۔ اُن عربوں کے مقابل پر بے بس نظر آ رہے ہیں جو خود اپنی ہمسایہ طاقتوں کے سامنے محض بے حیثیت اور عاجز اور ذلیل و خوار تھے۔ جن کے شمال مغرب میں قیصر کی بے پناہ قوت سر بفلک پہاڑوں کی طرح بلند تھی، جن کے مشرق میں کسریٰ کے محل آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور جن کے جنوب میں یمن کے محلات اپنے بلند و بالا کنگروں کے ساتھ عرب کی پستی اور فلاکت اور نکبت کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ تو پھر کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نڈھال جسم کو ایک ما فوق البشر عزم اور ہمت کا سہارا دیئے ہوئے اس چٹان کی طرف بڑھ رہے تھے تو خدائی تقدیر یہ اعلان کرنے کو تھی کہ اے میرے بندے! یہ چٹان کیا چیز اور اِس کی حیثیت کیا ہم یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ تیرے غلاموں کے پاؤں کی ٹھوکروں سے شمال و جنوب، مشرق و مغرب کی دُنیاوی طاقتوں کے بلند و بالا پہاڑ بھی ٹوٹ کر چکنا چور ہو جائیں گے۔

ایک چٹان کیا اور اس کی سرکشی کیا چیز! ہم تجھے وہ قوّت اور عظمت اور ہیبت عطا کریں گے جو بڑے سے بڑے سرکشوں کے سر خم کر دے گی اور پہاڑوں کے سینے چیر دے گی۔ پس اے شمال و جنوب، شرق و غرب کے فاتح تجھ پر سلام ہو۔ اے بے مثل مظفّر و منصور! قیصر کے سُرخ محلات کے دروازے تجھ پر کھولے جاتے ہیں اور یمن اور کسریٰ کے رفیع الشان قلعوں کی چابیاں تجھے سونپی جاتی ہیں۔

خُلقِ محمدی کا ایک اَور حسین نظارہ

ذکر گزر چکا ہے کہ جب چٹان کے شق ہونے کا واقعہ گزرا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ اس وقت تین دن کے فاقہ سے تھے۔ اُس وقت حالت یہ تھی کہ جب بعض صحابہؓ نے بھوک کی حد سے بڑھی ہوئی تکلیف کی شکایت کی اور اپنے پیٹ سے کپڑا اُٹھا کر دکھایا کہ یارسول اللہ! دیکھیں کہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہم پیٹ پر پتھر باندھے پھرتے ہیں تو آنحضورؐ نے بھی جواب میں اپنے پیٹ سے کپڑا اُٹھا کر دکھایا اور صحابہؓ نے دیکھا کہ آپؐ کے پیٹ پر تو ایک نہیں دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔[1]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ضبط و تحمّل اور صبر کا ایک شاہکار تھے۔ پس اگر سائل کی تسلی مقصود نہ ہوتی تو غالباً کبھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اندرونی کیفیت سے دوسروں کو آگاہ نہ فرماتے لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کے اس راز کو افشا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہ کام کر رہی تھی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پناہ حُسن کے بعض اَور پہلوؤں سے بھی پردہ اُٹھانے والی تھی اور ہمیشہ کے لئے بنی نوعِ انسان پر یہ روشن کر دینا چاہتی تھی کہ کیوں خدا کا بندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ربّ کو ہر دوسرے وجود بلکہ ساری کائنات سے زیادہ پیارا ہے اور کیوں یہ خارق عادت معجزہ اس کے ہاتھ پہ بار بار ظاہر ہوتا ہے کہ قوانینِ قدرت اس کی مرضی کے تابع کر دیئے جاتے ہیں۔

جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضربات سے چٹان ٹوٹنے کا معجزہ ظہور میں آیا حضرت جابرؓ بھی وہاں موجود تھے۔ جب آپؓ کو پتہ چلا کہ آنحضورؐ نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا اور آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے ہیں تو وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے گھر جا کر کچھ کھانے کا بندوبست کروں۔ چنانچہ آپؐ نے اجازت دیدی۔ کہتے ہیں مَیں نے گھر آکر بیوی سے کہا کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حالت دیکھی ہے کہ مَیں اس پر صبر نہیں کر سکا۔ کیا کچھ کھانے کو ہے؟ میری بیوی نے جواب دیا۔ کچھ جَو ہیں اور یہ بکری کا بچہ ہے۔

---

[1] شمائل ترمذی

چنانچہ مَیں نے اُسے ذبح کیا، جَو پیسے، آٹا گوندھا اور ہانڈی چُولھے پر چڑھا دی۔ جب آٹا روٹی پکانے کے قابل ہو گیا اور ہانڈی چُولھے پر پکنے کے قریب ہو گئی تو مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا اور عرض کیا۔ آپؐ ایک دو آدمی ساتھ لے کر تشریف لے آویں۔ کچھ کھانا تیار کیا ہے آپؐ نے پوچھا کتنا کھانا ہے؟ مَیں نے آپؐ کو تفصیل بتائی۔ آپؐ نے فرمایا بہت ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اپنی بیوی کو جا کر کہو کہ وہ نہ چُولھے سے ہنڈیا اُتارے اور نہ تنور سے روٹی نکالے۔ پھر آپؐ نے مہاجرین اور انصار کو کہا۔ چلو جا کر کھانا کھا آئیں۔ جابر نے ہماری دعوت کی ہے۔ جب مجھے اِس کا علم ہؤا تو بہت گھبرایا اور بیوی سے کہا خدا تیرا بھلا کرے آنحضرتؐ کے ساتھ تو مہاجر اور انصار سب آ گئے ہیں اب کیا بنے گا؟ میری بیوی نے پوچھا۔ کیا حضورؐ نے جب تم سے کھانے کی تفصیل پُوچھی تھی تو تم نے بتا دیا تھا؟ مَیں نے کہا ہاں سب کچھ بتا دیا تھا۔ اُس نے کہا تو پھر گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کہا اندر آ جاؤ لیکن بھیڑ نہ کرنا۔ پھر آپؐ نے روٹی توڑی اور اس پر گوشت ڈالا اور ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ دیا۔ آپؐ اس سے کچھ کھانا لیتے اور اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھتے۔ اِس طرح روٹی توڑ توڑ کر اس پر سالن ڈالتے گئے اور لوگوں کو کھلاتے گئے۔ یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور ابھی کافی کھانا بچا ہؤا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم خود بھی کھاؤ اور بطور تحفہ دوسروں کو بھی بھیجو کیونکہ بھوک نے لوگوں کو ستا رکھا ہے[1]

سیرۃ محمدیؐ کا یہ واقعہ نہایت لطیف اخلاقی تعلیم کا حامل ہے جس کا باریک نظر سے مطالعہ ضروری ہے۔ دراصل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ سیرت کا محض سرسری نظر سے احاطہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ قرآن کریم کے معارف کی طرح آپؐ کی سیرت کے بھی بہت سے بطون ہیں اور ہر پردہ کے پیچھے حُسن کا ایک نیا جہان دکھائی دیتا ہے۔ سیرتِ محمدیؐ کے علاوہ اِس واقعہ میں صحابہؓ کی فدائیت اور ایمانی کیفیت کے بھی بڑے دلنشین پہلو نظر آتے ہیں۔

جہاں ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ اجتماعی تکلیف کے وقت اپنے نفس کو دیگر صحابہؓ پر کسی نوع کی کوئی ترجیح دیں بلکہ وہاں اپنی تکلیف کا حال بھی اُن سے مخفی رکھتے تھے۔ دوسری طرف صحابہؓ کی حالت یہ تھی کہ اپنا سب آرام لُٹا کر اور جان فدا کر کے بھی اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی آرام پہنچا سکتے ہوں تو ایسا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ خادم اور مخدوم کے تعلقات کا یہ اسلوب حُسنِ معاشرت کی جان ہے اور ہر زمانہ کے انسان

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق صفحہ ۵۸۸ ج ۲

کے لئے اس میں سبق ہے۔ اگر اس صورتِ حال کو مزید غور سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دراصل صحابہؓ کی فدائیت اُن کی ذاتی صفت نہ تھی بلکہ ایک صفتِ منعکسہ تھی یعنی آنحضورؐ کی اس شفقت کا پرتَو تھی جو دراصل آپؐ ہی کی ذات سے پھوٹتی اور صحابہؓ کی جانب بہتی تھی جس کا قرآن کریم ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے :-

عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ○ (التوبہ آیت ۱۲۸)

یعنی اس رسول پر بہت شاق گزرتا ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچے۔ پس تمہارے دُکھ یہ اپنی جان پر لے لیتا ہے۔ دیکھو یہ مومنوں سے کیسی رأفت اور رحمت کا سلوک کرنے والا ہے۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت اور رحمت ہی تھی جس نے صحابہؓ کے دلوں کو اپنی محبّت میں ایسا فریفتہ کر رکھا تھا کہ وہ پگھل پگھل کر آپؐ کے قدموں میں بہنے کے لئے مچلا کرتے تھے۔

حضرت جابرؓ نے بھی اسی جذبہ سے مجبور ہو کر اپنے گھر کی ساری پونجی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دی لیکن یہ ناممکن تھا کہ وہ رؤف رحیم آقا شدید فاقہ کشی کے ان سخت ایام میں اپنی بھوک مٹانے کے لئے چل پڑتا جبکہ دیگر ساتھی اُسی طرح بھوک سے بلک رہے ہوتے۔ چونکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا سب سے بڑھ کر اپنے بندے کی فطرت اور اداؤں سے واقف تھا اس لئے اُس نے بھی اس موقعہ پر ایسے پیار اور قرب کا اظہار فرمایا کہ دِل پھڑک اُٹھتا ہے۔ جب جابرؓ نے اطلاع دی کہ حضور کھانا تیار ہے۔ چند دوسرے خدّام کو بھی ساتھ لے چلیں۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاً یہ سوال کیا کہ کتنا کھانا ہے ؟۔ کھانے کی تفصیل سُن لینے کے بعد یہ جان کر کہ بمشکل چند بھوکے لوگوں کے لئے کافی ہو سکتا تھا آپؐ کا یہ فرمانا کہ بہت ہے اور ساتھ ہی سارے لشکرِ اسلام کو دعوتِ عام دے دینا کہ چلو چلیں جابرؓ نے ہماری دعوت کی ہے آپؐ کے ایثار اور توکل علی اللہ کی ایک حیرت انگیز مثال ہے۔ آپؐ جب اپنے رب کی خاطر ایثار اور توکّل کا یہ عجیب نمونہ دکھا رہے تھے تو یوں لگتا ہے کہ زمین و آسمان کا مالک اُس وقت آپ کو یہ بشارت دے رہا تھا کہ اے میرے بندے تُو کھانے کی مقدار کیوں پُوچھ رہا ہے ؟ مَیں جانتا ہوں جو تیرے دل میں ہے۔ پس تجھے بشارت ہو کہ کھانا اتنا ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا جب تک تیرا اور تیرے سب محبوب غلاموں کا پیٹ نہ بھر جائے۔ اس وقت سے تقدیر کا سب انداز ہی بدل جاتا ہے۔ اب جابرؓ مہمان اور آنحضورؐ میزبان بننے والے تھے۔ فرماتے ہیں میرے آٹے بغیر نہ

آٹے کو ہاتھ لگایا جائے نہ ہنڈیا سے ڈھکنا اُٹھایا جائے۔ گویا وہ گھر اللہ کے حکم سے آپؐ کے تصرّف میں دے دیا گیا تھا اور آپؐ کے ذریعہ ہی خدا تعالیٰ اپنی مالکیت اور رزّاقیت کی ایک نئی شان دکھانا چاہتا تھا۔ سارے واقعہ پر دوبارہ گہری نظر ڈال کر دیکھیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب انداز صاحبِ خانہ کا سا نظر آئے گا۔ چنانچہ آخر پر جب سب لشکر سیر ہو چکا اور ابھی بہت سا کھانا بچا ہوا تھا تو آپؐ نے جابرؓ اور اُن کی اہلیہ سے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی تحفہ کے طور پر بھیجو کیونکہ بھوک نے لوگوں کو ستا رکھا ہے۔
ادنیٰ سی عقل رکھنے والا بھی دیکھ سکتا ہے کہ جو کھانا ایک بھوکے لشکر کی یلغار کے بعد بھی بچ گیا تھا یقیناً یہ وہ بکری کا ایک لیلا اور جَو کا تھوڑا سا آٹا تو نہ تھا جو جابرؓ کی ملکیت تھا بلکہ آسمان سے اُترا ہوا وہ مائدہ تھا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھ کے درویشوں کے لئے اُتارا گیا تھا۔

دوسرا دَور

غنیم کی آمد اور محاصرہ

شدید تکلیفوں کا یہ دَور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں یہ تو ابھی آغاز کی باتیں تھیں اور آئندہ سخت تر پیش آنے والی تکالیف کے لئے گویا تیاری کا زمانہ تھا۔ یہ محض تصرّفِ الٰہی تھا کہ خندق کی تکمیل سے پہلے دشمن وہاں نہیں پہنچ سکا لیکن جونہی خندق مکمل ہوئی مختلف سمتوں سے بیابانی غولوں کی طرح دشمن کے دستے مدینے کے شمال اور مشرق اور جنوب میں اُترنے شروع ہوئے۔ ان میں کفارِ مکہ بھی تھے۔ جن کے سینوں میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی اور بنو نضیر بھی جو اپنی شرمناک جلاوطنی کی بناء پر انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ اور ان دونوں دشمنوں کے حلیف وہ متعدد بدّو قبائل تھے جو اپنی وحشت اور جاہلیت اور بربریت میں شہرت یافتہ تھے اور تہذیب اور انسانیت اور شرافت اور عفو سے عاری بھوکے صحرائی بھیڑیوں کی طرح حملہ کرنا ان کی سرشت میں داخل تھا۔

یہ سب غول بیابانی ہولناک کالی گھٹاؤں کی طرح اُمڈ کر آئے اور مدینہ کے مشرقی اُفق کو شمال تا جنوب تاریک کر دیا۔ یہ گھٹا ایسی تھی جس میں ظلمتیں بھی تھیں اور رعد و برق کے کڑکے بھی لیکن رحمت کے پانی کی کوئی بوند نام کو نہ تھی۔

اواخر فروری میں اس لشکرِ جرار نے جس کی تعداد بارہ سَو مسلمان مجاہدین کے مقابل پر کم و بیش بیس پچیس ہزار تھی، مدینے کو مشرقی جانب سے شمال تا جنوب اپنے گھیرے میں لے لیا۔ یہ لشکر تین فوجوں میں بٹا ہوا تھا۔ لشکر کا ایک حصہ جو بنو غطفان پر مشتمل تھا عیینہ بن حصن فزاری کی سرکردگی میں تھا۔ لشکر کا دوسرا حصہ جو بنو اسد پر مشتمل تھا کی کمان طلحہ کر رہا تھا اور لشکر کا تیسرا حصہ جو قریش کے قبائل

پر مشتمل تھا اس کی کمان ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی جو سالارِ اعظم بھی تھا۔

جب سردارانِ لشکر نے مسلمانوں کے اور اپنے درمیان خندق کو حائل دیکھا تو ایک ایسی جنگی حکمتِ عملی اختیار کی جو مسلمانوں کے لئے انتہائی پریشان کُن اور اعصاب شکن بن گئی اور لمبے عرصہ تک کسی بھی فوج کے لئے اسے برداشت کرنا ممکن نہ تھا۔ مسلمان چونکہ سخت تھکے ہوئے، کم تعداد اور فاقوں کے ستائے ہوئے تھے اس لئے کفارِ مکّہ نے موقعہ محل کے مطابق جو جنگی منصوبہ بنایا اُس کے خدوخال یہ تھے :-

اوّل۔ جب تک فاقوں سے تنگ آکر مسلمان یا مر نہ جائیں یا ہتھیار نہ ڈال دیں محاصرہ قائم رکھا جائے۔

دوم۔ خندق کے کمزور حصّوں کی نشاندہی کر کے مسلسل اُن پر حملے کئے جائیں تاکہ اگر کسی جگہ سے خندق کو پاٹا جا سکے تو عام ہلّہ بولنے کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔

سوم۔ بہترین سواروں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں خندق کے تنگ حصّوں کو پھلانگ کر مسلمانوں کی چوکیوں پر حملے کرتی رہیں۔

چہارم۔ مختلف وقتوں میں مختلف سمتوں سے ہونے والے یہ حملے دن کے علاوہ رات کو بھی جاری رکھے جائیں تاکہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی چین نصیب نہ ہو۔

پنجم۔ اپنے ایجنٹوں اور منافقوں کے ذریعہ اُن میں انتہائی حوصلہ شکن باتیں پھیلائی جائیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہ زہریلا پروپیگنڈا کیا جائے کہ فتح و نصرت اور غلبہ کے جو وعدے تم سے کرتا رہا ہے سب جھوٹے ہیں۔ عرب کے چند قبائل کے مقابلہ کی تو طاقت نہیں اور سلطنتِ روما اور ایران کی فتوحات کی باتیں کر رہا ہے۔ یہ ففتھ کالم پروپیگنڈا جس کا قرآن کریم میں بھی ذکر ملتا ہے۔ جنگِ عظیم ثانی کے نازی طریقِ جنگ سے بہت ملتا جلتا تھا۔ اور بلاشبہ کسی دشمن کی کمر توڑنے کے لئے اس سے زیادہ زبردست حربہ نہیں سوچا جا سکتا ہتھیار کیسے ہی کیوں نہ ہوں اگر ہمت ہی کی کمر ٹوٹ جائے تو سپاہی لڑ نہیں سکتا۔ اس لئے کسی حملہ آور کے لئے اس سے بہتر اور کیا طریقِ جنگ ہو سکتا ہے کہ لڑائی کے بغیر ہی دشمن کو زیر کر لیا جائے۔

ششم۔ یہ کہ یہودی قبیلہ بنو قریظہ سے سازباز کی جائے کہ وہ مسلمانوں سے اپنے عہد و پیمان توڑ دیں اور جب کفار کا لشکر ایک عام یلغار کرے تو یہودی مسلمانوں کی پشت پر سے حملہ آور ہوں۔

آنحضور کی صداقت کا ایک روشن ثبوت

عرب سرداران نے اس خطرناک سکیم پر آغاز ہی

سے عمل شروع کر دیا جس سے مسلمان مجاہدین کی مشکلات اور تکالیف میں بے پناہ اضافہ ہو گیا اور سب سے زیادہ ان مصائب کا اثر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر پڑا۔ حیرت ہوتی ہے کہ بظاہر اس ناممکن بوجھ کو آپؐ نے کیسے اُٹھائے رکھا اور کیوں آپؐ کے پائے عزم و ثبات میں ایک ادنیٰ سی لغزش بھی نہ آئی۔ آپؐ کی بے مثل قوت کا راز دراصل تعلق باللہ اور دعاؤں میں تھا۔ آپؐ مسلسل دردناک دعاؤں کے ذریعہ اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کرتے رہے اور اسی سے مدد مانگتے رہے۔ بظاہر امید کی کوئی بھی تو کرن دکھائی نہ دیتی تھی اور دنیا کے پیمانوں سے جانچا جائے تو ایک ہی دن میں سارا لشکرِ اسلام مایوسی کا شکار ہو جانا چاہیئے تھا جس لشکر کے آب و دانہ کی یہ کیفیت ہو کہ دشمن کے محاصرہ سے پہلے ہی تہی دامن اور فاقہ مست ہو چکا ہو ایسے قوی اور ہولناک محاصرے کے وقت اس کی کیا حالت ہو سکتی ہے۔ پھر منافقین کا باتیں بنانا اور طعن و تشنیع کی چھریاں چلانا اور کمزور ایمان والوں کی یہ حالت کہ خوف و ہراس سے آنکھیں پتھرا رہی ہوں اور موت کی سی غشی طاری ہو یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم اور آپؐ کا صبر ہی تو تھا جو ایسے میں مومنوں کی ڈھارس بنا ہوا تھا اور یہ آنحضورؐ کی صداقت پر غیر متزلزل ایمان ہی تو تھا جس سے وہ زندگی کی قوت پا رہے تھے۔ ہم بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ جب سے دنیا بنی ہے کبھی کسی نبی کی صداقت پر ایمان لانا ایسا دشوار نہیں ہوا جیسا احزاب کے

پُرخطر ایام میں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لانا تھا۔ اور کبھی کسی نبی کی صداقت کو ایسا امتحان پیش نہیں آیا جیسا آنحضورؐ کی صداقت کو احزاب کے پُرستم ایام میں۔ کیا پہلے بھی کبھی آسمان کی آنکھ نے ایسا حیرت انگیز نظارہ دیکھا تھا کہ چند نحیف و نزار فاقہ کش درویشوں کے درمیان جو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوں، اُن کا نبی اُن سے شرق و غرب، شمال و جنوب کی فتوحات کے وعدے کر رہا ہو اور سننے والوں کے دل حیرت و استعجاب میں ڈوب جانے اور بے یقینی اور بے اطمینانی کا شکار ہونے کی بجائے یقین اور ایمان میں پہلے سے بھی بڑھ جائیں۔ وہ پہلے سے بڑھ کر اپنے آقا کی صداقت کے قائل ہو جائیں اور ایسے پُرجوش نعرہ ہائے تکبیر سے اُس کی صداقت کی گواہی دیں کہ عرش کے کنگرے بھی لرزنے لگیں۔

مومنوں کی اس عجیب جماعت کو ہم کیا نام دیں اور کس لقب سے پکاریں۔ کیا وہ ایک دیوانوں کی جماعت تھی یا حد سے بڑھے ہوئے عشاق کا ایک گروہ یا مئے عرفان و ایمان میں مست ہوش و خرد سے بے نیاز لافانی لوگ تھے جو اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اُس عالم بقا میں بستے تھے۔

مَیں تو کہتا ہوں کہ یہ تینوں نام اُن پر سجتے تھے۔ وہ اس خطۂ سماوی کے باشندے تھے جہاں جنون اور عشق اور فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ

کی سرحدیں ملتی ہیں۔ لیکن اِک ذرا ٹھہرو اور سوچو کہ یہ مقام انہوں نے کیسے حاصل کیا اور یہ قوت انہوں نے کہاں سے پائی۔ بلاشبہ یہ کرشمہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ہی کا تو تھا مومنوں نے آنحضور کو ہر حال میں، ہر آزمائش میں ہمیشہ سچا پایا تھا۔ اور جانتے تھے کہ آپؐ کی صداقت ایک لازوال اور اٹل حقیقت ہے جو سورج سے بڑھ کر روشن اور یقینی ہے۔ بھلا کبھی راتوں نے بھی سورج کے وجود کو مشکوک کیا ہے؟ یا سیاہ بادلوں کے لائے ہوئے گھُپ اندھیروں نے بھی کبھی مہرِ تاباں کے بارہ میں وسوسے پیدا کئے ہیں ــــ پس درحقیقت صحابہؓ کا غیر متزلزل ایمان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال صداقت کا ہی ایک پرتو تھا جس کی ضو پاشی اُن کے دلوں سے منعکس ہو کر ہمیں اُن کے نورِ ایمانی کی صورت میں نظر آتی ہے۔ لاریب آپؐ کی صداقت ہی توانائی کا وہ ابدی سرچشمہ تھی جس سے صحابہؓ کے ایمان زندگی کی قوت پا رہے تھے۔ پس اے سچائی کے شہزادے تجھ پر سلام اے صادقوں کے قافلہ سالار تجھ پر درود۔ تجھ سا نہ کوئی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔

محاصرہ کے ساتھ ساتھ جوں جوں غزوہ احزاب کی تلخیاں بڑھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داریاں بھی اُسی نسبت سے بڑھنے لگیں۔ دن اور رات کوئی لمحہ بھی مسلمانوں پر چین اور سکون کا نہیں آتا تھا۔ دو تین میل لمبی خندق پر کسی وقت کسی جگہ بھی دشمنوں کے تازہ دم دستے باریاں بدل بدل کر حملے کرتے تھے اور مسلمانوں کو ہر وقت چاک و چوبند اُن سے حفاظت پر مامور رہنا پڑتا تھا اور ہر خطرے کے وقت وہ آنحضورؐ کی طرف دوڑتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اُن کی نگرانی فرماتے، اُن کو ہدایات دیتے، اُن کی ڈھارس بندھاتے۔ تمام اطلاعات اور تمام ہدایات کا مرکز آپؐ کی ذات تھی۔ پس دوسرے صحابہؓ کو تو کچھ آرام کا وقت میسّر آ بھی جاتا مگر آپؐ کا دل تو ساری سرحد پر صحابہؓ کی ہر ٹولی کے ساتھ اٹکا ہوا تھا۔ خطرہ جگہیں بدلتا ہوا صحابہؓ کی جس ٹولی کے سر پر بھی منڈلاتا دن ہو یا رات آپؐ اس سے براہِ راست متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ ہر چند کہ آپؐ کی رُوح ذکرِ الٰہی میں مستغرق ــــ یارِ یگانہ میں نہاں در نہاں ــــ انسانی دست برد سے محفوظ ایک اور ہی عالَم میں بستی تھی۔ لیکن جسم تو بہرحال تقاضائے بشریت سے مجبور تھا اور ہر دُکھ اور تکلیف کو اُسی طرح محسوس کرتا تھا جیسے دوسرے انسانوں کے جسم بلکہ سب دوسروں سے بڑھ کر حسّاس تھا اس لئے میں سوچتا ہوں کہ ان دنوں کی تلخیاں آپؐ نے کس مافوق البشر حوصلے اور مافوق البشر صبر کے ساتھ برداشت کیں کہ صبرِ ایوبی آپؐ کے صبر کے سامنے پھیکا دکھائی دیتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ جب شدید بھوک اور سخت سردی اور دن رات کی تھکن آپؐ کے بدن کی نس نس کو ستاتی

تھی تو آپؐ کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ میں سوچتا ہوں کہ جب نیند کی پیاسی آنکھیں حدِّ برداشت سے بڑھ کر بوجھل ہو جاتی تھیں تو آپؐ کس آہنی عزم کے ساتھ پلکوں کو چومتی ہوئی نیند کو جھٹک دیا کرتے تھے۔

آپؐ کی ذات وصفات کے بارہ میں قرآن کریم کی یہ گواہی کیسی سچی لیکن دردناک ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے آپ اپنے نفس پر بڑا ہی ظلم کرنے والے تھے۔

مصائب کی ان طویل گھڑیوں میں آپؐ کے آرام کے بارہ میں بہت کم ذکر ملتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ اتنا تھک گئے کہ سخت مجبور ہو کر چند لمحوں کے لئے سستانے کو لیٹ گئے۔ ایسے مختصر سے آرام کے اور بھی کئی وقت آئے ہوں گے لیکن مشکل یہ تھی کہ گھڑی گھڑی کی پُرخطر خبریں لیے ہوئے صحابہؓ آپؐ کے پاس پہنچ جایا کرتے تھے۔ اور وہ بھی کیا کرتے اور جاتے تو کہاں جاتے چینِ دل، آرام جاں پاتے تو کہاں پاتے؟ ایک درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو تھا جسے دن رات کھٹکھٹایا جا رہا تھا۔ پس آرام کی چند گھڑیاں بھی دراصل آپؐ کو میسّر نہ آتی تھیں لیکن ایک موقعہ پر جب آپؐ کی آنکھ لگی تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہتھیار بند آپؐ کے پہرے پر کھڑے ہو گئے تا کہ کوئی آپؐ کے آرام میں مخل نہ ہونے پائے۔ یہ بھی ایک عجیب نظارہ تھا۔ مائیں بچوں کے لئے جاگا کرتی ہیں۔ شاید کبھی ایسا بھی واقعہ گزرا ہو کہ کوئی ماں اپنے بیمار بچے کے لئے اتنا جاگی ہو اتنا جاگی ہو کہ آخر سخت مجبور ہو کر اس کا سر تکیہ پہ ڈھلک جائے اور بیمار بچہ اس کی حفاظت کے لئے اُٹھ بیٹھے کہ کہیں کوئی نادانی سے شور کر کے اُسے جگا نہ دے۔ وہ وقت کچھ اس قسم کا تھا کہ صحابہؓ کی خاطر دن رات جاگنے والا وجود سویا ہوا تھا اور صحابہؓ اس کی نیند کی حفاظت کر رہے تھے۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا آپؐ کے بوجھ بڑھتے رہے اور مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ہر چند کہ صحابہؓ کی رُوحیں مستعد تھیں مگر جسم کمزور تھے اور شب و روز کی محنتِ شاقہ اور پریشانی نے انہیں اس قدر نڈھال کر رکھا تھا کہ دن رات خندق کی نگرانی اور حفاظت کا کام ان کی طاقت سے بڑھتا جا رہا تھا۔ اور طاقت تھی کہ ساعت بساعت گھٹتی چلی جا رہی تھی۔ محاصرہ کے آخری ایام میں تو ایسی راتیں بھی آئیں کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پُرخطر مقامات کی حفاظت کے لئے جانا پڑتا ورنہ وہ جگہیں حفاظت سے خالی رہ جاتیں۔ ایک مرتبہ ایسی ہی ایک رات کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تھکاوٹ سے چُور ہو کر ذرا سستانے کے لئے خیمے میں واپس آئے تو ایک صحابی نے موقع غنیمت جانا اور ہتھیار بند ہو کر آپؐ کے خیمہ کے باہر کھڑے ہو گئے تا کہ چند لمحے حضورؐ کی دربانی کی سعادت

حاصل ہو جائے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار تھے اُس کی آہٹ سُن کر پُوچھا کون ہے؟ اُس نے جواب دیا مَیں ہوں یا رسول اللہ۔ آپ کے خیمہ کا پہرہ دینے آیا ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا پہرہ چھوڑو۔ فلاں مقام پر خندق بغیر نگرانی کے ہے اور اُس طرف سے خطرہ پیش آسکتا ہے اس لئے تم وہاں جا کر نگرانی کرو۔ اِس واقعہ سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت تمام حالات سے باخبر رہتے تھے وہاں صحابہؓ کی ناگفتہ بہ حالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپؐ کا اس مقامِ خطر سے واقف ہونے کے باوجود کسی کو وہاں مقرر نہ کرنا ہی بتاتا ہے کہ آپؐ کے نزدیک مجاہدین اتنے تھک چکے تھے کہ اس وقت اُن میں سے کسی کو مقرر فرمانا طاقت سے بڑھ کر تکلیف دینے کے مترادف تھا۔ عین ممکن ہے کہ اُس وقت خیمہ کی تنہائی میں آپؐ اِسی بارہ میں مصروفِ دُعا ہوں کہ اے میرے آقا! مَیں تنہا رہا جاتا ہوں خود اپنی طرف سے کوئی مددگار بھیج دے۔ لیکن یہ دعا ان لفظوں میں کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو آپؐ کا ربّ ہر وقت آپؐ کے حال سے باخبر تھا۔ پس آپؐ کو اِس فکر میں غلطاں پاکر کہ خندق کا ایک حصہ حفاظت سے خالی پڑا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مددگار آپؐ کو مہیا فرما دیا۔ یہ امر بھی نظر انداز کرنے کے لائق نہیں کہ اس کمر توڑ دینے والی تھکاوٹ کے وقت اِس رضا کار کو کیسے ہمّت پڑی کہ از خود آپؐ کے خیمہ کی

کے لئے حاضر ہو جائے۔ دراصل یہ اُسی عشق کا کرشمہ تھا جو دیوانگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا ورنہ کسی فرزانہ کا یہ کام نہ تھا۔

صحابہؓ پر وہ دن ایسے سخت اور بوجھل تھے کہ تاریخِ اسلام میں اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ وہ جاں نثار جو آنحضورؐ کی ایک جنبش لب پر سَو جانیں نچھاور کرنے کو تیار رہا کرتے تھے اُن کی لاغری کا اب یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو ایک اہم کام کے لئے صحابہؓ کو آواز دی مگر کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ آپؐ نے نام لے کر حذیفہؓ کو بُلایا مگر کامل سکوت طاری رہا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تلاش کرتے ہوئے اُس مقام تک پہنچے جہاں ابو حذیفہؓ لیٹے ہوئے تھے۔ اور پاؤں سے اُن کے جسم کو جنبش دے کر فرمایا ابو حذیفہ! اِس وقت انہوں نے عرض کی۔ جی! یا رسول اللہ مَیں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم میری آواز نہیں سُن رہے تھے جب مَیں تمہیں بُلا رہا تھا؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ سُن تو رہا تھا لیکن سردی کی شدّت اور نقاہت کا یہ عالم تھا کہ جواب دینے کی بھی طاقت نہ تھی یقیناً حد سے بڑھی ہوئی بے بسی اور ناطاقتی ہی مانع ہو گی ورنہ یہ صحابہؓ تو وہ تھے جن کا گزشتہ کردار ہمیں بتاتا ہے کہ جانکنی کی حالت میں بھی جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر اُن کو بُلایا گیا تو جان کا آخری قطرہ لبوں تک آگیا اور سُوکھے ہوئے ہونٹوں سے

سرگوشی کرتی ہوئی یہ آواز اُٹھی کہ مَیں حاضر ہوں۔

پس خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُن کر صحابہؓ کا خاموش رہ جانا بتا رہا ہے کہ بشری طاقت سے معاملہ تجاوز کر چکا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوحذیفہؓ کو ایک اہم مشن پر دشمنوں کے لشکر میں بھیجنا چاہتے تھے۔ آپؐ کے ارشاد پر جس طرح بھی بن پڑا ابوحذیفہؓ اُٹھ کھڑے ہوئے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ اُٹھ تو مَیں کھڑا ہوا لیکن جان مجھ میں اُس وقت پڑی جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا کی۔ اُس وقت خدا جانے مجھ میں کہاں سے طاقت آ گئی، نہ کمزوری کا احساس باقی رہا نہ سردی کا آزار۔ پس وہ ہلکے پھلکے قدموں سے رواں دواں خندق کو عبور کر کے دشمن کے کیمپ میں جا پہنچے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اُسی رات واپس آ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رپورٹ پیش کی۔ اس واقعہ پر غور کرنے سے ہمہ وقت حضورؐ کی بیدار مغزی اور قائدانہ فرائض کی ادائیگی کا بھی پتہ چلتا ہے اور ناقابلِ بیان جسمانی محنت اور بے مثل عزم و ہمّت کا بھی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام محاصرہ کے دوران دشمن نے آپؐ کو کبھی کسی پہلو سے غافل نہ پایا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز فراست کا بھی اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دشمن کی خبر لانے کے لئے وہ وقت منتخب کیا جب سارے دن کے مقابلہ کے بعد صحابہؓ اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ دشمن کی نظر میں یہ بعید از احتمال تھا کہ ایسے مشکل وقت میں کوئی اُن کی خبر لانے کو آ سکتا ہے۔ پس ابوسفیان نے گو رسمی احتیاط تو کی لیکن اس کے باوجود ابوحذیفہؓ ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کُن خبر حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ خبر یہ تھی کہ مدینہ کے جنوب مغرب میں بسنے والے یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے عہد و پیمان توڑ کر کفار کے ساتھ شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

دشمن کی سب سے خطرناک چال اور بنو قریظہ کی غدّاری

ہجرتِ مدینہ کے آغاز ہی میں جن یہود قبائل سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صلح اور امن کا معاہدہ ہوا تھا اُن میں سے دو قبیلے تو پہلے ہی غدّاری کر کے اپنے کئے کی سزا پا چکے تھے بس ایک قبیلہ بنو قریظہ ابھی تک کچھ نہ کچھ اپنے عہد و پیمان پر قائم تھا۔ حملہ آور لشکر کے سرداروں نے جب اس قبیلہ کو بھی مسلمانوں سے غدّاری پر آمادہ کر لیا تو مسلمانوں کی دفاعی صلاحیّت کو بظاہر ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ کفار کی طرف سے کامیاب گفت و شنید کا کارنامہ حی بن اخطب نے سرانجام دیا جو اُس یہودی قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا جسے عہد شکنی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کرنے کی سازش کے نتیجے میں کچھ عرصہ پہلے مدینہ سے نکال دیا گیا

تھا۔ یہ معاہدہ اتنا خطرناک تھا کہ اگر اس پر عملدرآمد ہو جاتا تو خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تقدیر کے سوا کوئی طاقت بھی مسلمانوں کو کلیۃً نیست و نابود ہونے سے بچا نہ سکتی تھی۔ لومڑی کی طرح عیّار اور بھیڑیے کی طرح سفّاک دشمن کا یہ سب سے کاری وار تھا جو مسلمانوں پر کیا لیکن عمداً مسلمانوں نے عذاب کو لمبا کرنے کی خاطر یا بنو قریظہ کو تیاری کا موقع دینے کے لئے اس معاہدہ پر عملدرآمد کچھ دنوں کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

حالات کے اِس نئے رُخ نے کفّار کو دوہرا فائدہ پہنچایا۔ ایک تو محاصرے کی طوالت ویسے ہی مسلمانوں کی کمزوری میں اضافہ کر رہی تھی دوسرے خندق کی حفاظت کرنے والے مجاہدین کے لئے مسلمان خواتین اور بچّوں کی حفاظت کا ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا جو پہلے اس لئے محفوظ سمجھے جا رہے تھے کہ اُن کے اور دشمن کے درمیان لشکرِ اسلام صف آرا تھا جسے کلیۃً پامال کئے بغیر دشمن اُن تک نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن بنو قریظہ اور مسلمان خواتین کی جائے قیام کے درمیان کوئی روک نہ تھی۔ علاوہ ازیں خود مسلمان لشکر کی پُشت بھی بنو قریظہ کی طرف سے غیر محفوظ ہو گئی اور اُن کی طرف سے مسلمانوں پر اچانک پُشت کی طرف سے حملہ کا خطرہ پیدا ہو گیا پس اس خطرناک صورتِ حال کے پیشِ نظر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دستے جن کی تعداد تین صد اور دو صد بیان کی جاتی ہے خندق پر لڑنے والی فوج سے الگ کر کے اِن دونوں ضرورتوں پر مامور فرما دیئے۔ گویا بارہ سَو کی بجائے اب خندق کی حفاظت کرنے والی فوج کی تعداد صرف سات سَو رہ گئی۔

مسلمانوں پر یہ ایک ایسا ہولناک وقت تھا کہ اس کے تصوّر سے بھی دل پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ایک طرف ہلاکت اور تباہی کی قوتوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا تو دوسری طرف دفاعی طاقت ڈوبتی ہوئی نبضوں کی طرح کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ آخر اس بظاہر بے جوڑ اور بے توازن مقابلے کا کیا انجام تھا۔ آخر کیوں دیکھنے والی آنکھوں نے اس انجام کو نہیں دیکھا جو آہستہ لیکن یقینی اور مضبوط قدموں کے ساتھ ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

دیکھا اور ضرور دیکھا لیکن زاویۂ نگاہ کے فرق کے ساتھ۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں دو گروہوں میں بٹی ہوئی تھیں جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف مستقبل کو قریب تر آتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے اِن دونوں قسم کی دیکھنے والی آنکھوں کا ذکر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ کچھ آنکھیں تو وہ تھیں جو محض ظاہری حالات پر نظر رکھتے ہوئے جو کچھ دیکھ رہی تھیں انہی کے الفاظ میں یہ تھا:۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ
مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ
زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ
الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ

تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝
هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ
وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝
وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ
الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ
اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ
طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ
يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ
فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ
فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ
اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا
هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ
اِلَّا فِرَارًا ۝ (احزاب: ۳۳
آیت ۱۰ تا ۱۴)

ترجمہ:۔ وہ وقت جب دشمن تمہارے اُوپر کی طرف سے بھی اور نشیب کی طرف سے بھی تم پر چڑھ آیا تھا اور جب آنکھیں خوف و ہراس سے ٹیڑھی ہو رہی تھیں اور دل دھڑکتے ہوئے حلق تک آ گئے تھے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ اس وقت مومن ایک بڑی آزمائش میں سے گزر رہے تھے۔ اور شدید زلزلے کے جھٹکوں میں مبتلا کئے گئے۔ وہ وقت جبکہ منافق اور دلوں کے بیمار یہ کہنے لگے کہ خدا اور رسول نے ہم سے محض ایک جھوٹا وعدہ کیا تھا۔ اور ایک گروہ اُن میں سے یہاں تک کہنے لگا کہ اے مدینہ والو! تمہارے لئے کوئی ٹھکانا نہیں۔ پس مرتد ہو جاؤ۔ اور ایک گروہ اُن میں سے یہ کہہ کر نبی سے اجازت مانگنے لگا کہ ہمارے گھر دشمن کی زد میں ہیں حالانکہ وہ گھر دشمنوں کی زد میں نہ تھے اور محض فرار کا ارادہ کر رہے تھے۔

اِس مہیب دَور میں جبکہ دشمن کی بڑھتی ہوئی طاقت کے ساتھ ساتھ دفاع کی ذمہ داریاں بٹ رہی تھیں اور عقب میں پیدا ہونے والے یہودی خطرہ کے علاوہ منافقین اور کمزور ایمان والے کھلم کھلا ساتھ چھوڑنے لگے تھے حقیقتاً مسلمانوں کے پاؤں تلے سے زمین سرکنے کا سا عالم تھا۔ قرآن کریم نے ان حالات کو شدید زلزلے کا نام دے کر اس تمام کیفیت کو بیان کر دیا جو مومنوں پر گزر رہی تھی لیکن ایسے خوفناک حالات میں جبکہ گویا زمین تہ و بالا ہو رہی تھی، اُوپر سے چھتیں گر رہی تھیں اور نیچے سے زمین پھٹ رہی تھی مومنوں کی آنکھیں جس

مستقبل کو قریب تر آتے ہوئے دیکھ رہی تھیں وہ ان حالات کے طبعی اور منطقی نتیجے سے بالکل مختلف تھا۔ اس وقت ایمان کی بصیرت سے منوّر آنکھوں نے جو کچھ دیکھا وہ خدا تعالیٰ کی شہادت کے مطابق یہ تھا:۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ڮ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ (احزاب آیت ۲۳، ۲۴)

ترجمہ:۔ اور جب حقیقی مومنوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو کہا یہ تو وہی (لشکر) ہیں جن کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ بولا تھا۔ اور اس واقعہ نے ایمان اور اطاعت میں اور بھی بڑھایا (کمزور نہیں کیا)۔ ان مومنوں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس وعدہ کو جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سچا کر دیا پس بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نیّت کو پورا کر دیا (یعنی لڑتے لڑتے مارے گئے) اور اُن میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تزلزل انہوں نے نہیں آنے دیا۔

وہ وعدہ جسے مومنوں نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا تھا اور اُن کے دل پہلے سے بڑھ کر ایمان اور یقین سے بھر گئے وہی وعدہ تھا جس کا وعدہ سورۃ ص میں جو مکّی سورتوں میں سے ہے ان الفاظ میں ملتا ہے:۔

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝

(ص آیت ۱۲)

ایک (غیر متقی) منظم لشکر (کی ہم خبر دیتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر حملہ کرے گا مگر) آخر وہاں سے بھاگ جائے گا۔

اور دوسری جگہ سورۃ القمر میں بھی بیان ہوا:۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (القمر آیت ۴۶)

دشمن کی جمعیت شکست کھا کر

پیٹھ پھیرتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوگی۔

یہ وہ وقت تھا کہ بے اختیار مَتٰی نَصْرُ اللّٰہ کی آوازیں مومنوں کے دلوں سے بلند ہو رہی تھیں کہ اے ہمارے آقا! ہم یقین تو رکھتے ہیں کہ تیرے وعدے ضرور پورے ہوں گے اور تیری نصرت ضرور آئے گی لیکن کب آئے گی وہ نصرت؟ کہ اب صبر کی طاقت نہیں رہی۔

یہ وہ وقت تھا جب تقدیرِ الٰہی مستقبل سے پردہ اُٹھانے ہی والی تھی اور اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ کا وعدہ پورا ہونے کو تھا۔

اس دَور میں آنحضورؐ کے کردار کو دیکھ کر قرآن کریم کی اس آیت کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے کہ:۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۖ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

(سورۃ الاحزاب آیت ۷۳)

یعنی ہم نے کامل شریعت اور عظیم اخلاقی ذمہ داریوں کی امانت کو زمین و آسمان کے سامنے حتّٰی کہ پہاڑ صفت اور مضبوط ہستیوں کے سامنے بھی رکھا لیکن وہ ڈر گئے اور اس بات پر آمادہ نہ ہوئے کہ اس بوجھ کو اُٹھالیں تب انسانِ کامل یعنی ہمارا بندہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھا اور اس امانت کو اُٹھالیا۔ یقیناً وہ اس ذمہ داری کو نبھانے کی خاطر اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا اور اس ظلم کے نتائج سے بے پرواہ اور بے نیاز تھا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ کردار کی جو تصویر کھینچی ہے وہ آپؐ کے کردار کے ہر پہلو پر ہمہ وقت صادق آتی ہے۔ آپؐ کی ذمہ داریوں نے سینکڑوں ہولناک بھیس بدلے اور کئی ڈرانے والے لباسوں میں آپؐ کے سامنے آئیں لیکن کبھی آپؐ اُن سے ادنیٰ سا بھی خائف نہ ہوئے اور ادائیگیٔ فرض کے ضمن میں آپؐ نے ایسے ایسے بوجھ اُٹھائے کہ بڑے سے بڑے باحوصلہ اور باہمت کہلانے والے بھی ان کے تصوّر سے پیچھے ہٹ جاتے۔

اقتضائے وقت اور خُلقِ مصطفویؐ کا ایک عجیب تصادم

مَیں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ جنگوں کے

دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو عام دنیا کے جرنیلوں کے پیمانوں سے ناپنا محض ایک حماقت اور جہالت ہے۔ آپؐ تو میدانِ روحانیت اور کارزارِ اخلاق کے سپہ سالار تھے پس اخلاق کی اعلیٰ قدروں کو بچانے کی خاطر جسم و جان کے ادنیٰ تقاضوں کی آپؐ نے کبھی پرواہ نہ کی مورخین ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ کفار کی حملہ آور پارٹیوں میں سے ایک گھڑ سوار پارٹی گھوڑے دوڑا کر خندق پھلانگنے میں کامیاب ہو گئی لیکن اُن کو یہ جسارت بہت مہنگی پڑی۔ اُن کو شاید یہ غلط فہمی تھی کہ بھوک اور سردی اور مشقت کا شکار ہو کر صحابہؓ میں لڑنے کی سکت باقی نہ ہو گی لیکن اُن آگ کے بیٹوں کو یہ گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ صحابہؓ کس چکنی مٹی کس طین لازب کے بنے ہوئے ہیں جو آگ میں پڑ کر اور بھی زیادہ مضبوط ہو کر نکلتی ہے۔ پس بہت جلد اُن کو منہ کی کھانی پڑی اور اپنی جوانمردی کی لاشیں پیچھے چھوڑتے ہوئے جب وہ عجلت میں خندق عبور کر کے واپس ہونے لگے تو اُن میں سے ایک سوار کا گھوڑا خندق ہی میں گر پڑا اور گھڑ سوار جو پہلے ہی زخمی تھا اس حادثہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ اُس شخص کا نام نوفل بن عبداللہ تھا اور یہ قبیلہ بنی مخزوم کا رئیس تھا۔ اس خبر سے کفّار کے کیمپ میں سراسیمگی پھیل گئی اور یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں مسلمان شہدائے اُحد کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کی خاطر اس مقتول سردار کے ناک کان کاٹ کر اس کا حُلیہ نہ بگاڑ دیں۔ اگر ایسا ہوتا تو گویا اس کے سارے قبیلہ کی ناک کٹ جاتی۔ چنانچہ عرب سرداروں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام بھجوایا کہ اگر آپ اس سردار کی لاش بغیر چہرہ بگاڑے ہمیں واپس لے جانے دیں تو ہم اس کے بدلے ایک سَو اونٹ دینے کے لئے تیار ہیں۔ باوجود اس کے کہ سَو اونٹ ایک ہزار آدمیوں کے لئے دس دن کی خوراک مہیّا کر سکتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا توقف اس پیشکش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ ہم نہ تو مُردوں کے چہرے بگاڑتے ہیں نہ لاشوں کی قیمت وصول کرتے ہیں لہٰذا تم ویسے ہی اس لاش کو اُٹھا کر لے جاؤ۔

ذرا سوچئے تو سہی کیا کوئی دنیاوی جرنیل ایسے موقعہ کو ہاتھ سے جانے دے سکتا تھا۔ عام دُنیا کے دستور اور اخلاقی معیار سے دیکھا جائے تو اس میں کوئی اخلاق سے گری ہوئی بات نظر نہیں آتی کہ دشمن از خود اپنی ایک لاش کے بدلے کوئی قیمت پیش کرے اور سخت ضرورتمند دفاعی فوج اسے قبول کرلے۔ پس اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پیشکش کو قبول فرما لیتے تو وہ ناقدین بھی جو آپؐ کے دشمنوں کی صف میں نمایاں ہیں آپؐ پر کسی قسم کا کوئی الزام عائد نہ کر سکتے لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاقی معیار اتنا لطیف اور اعلیٰ اور ارفع تھا کہ دنیاوی اخلاق

کی میزان پر تولا نہ جا سکتا تھا۔ تقویٰ کی باریک راہوں کا یہ عظیم معلّم جسم و جان کی حفاظت سے کہیں زیادہ مومنوں کے اعلیٰ اخلاق کا محافظ اور نگہبان تھا۔ پس جب بھی اخلاقی قدروں اور جسمانی مفادات کا تصادم ہوا آپؐ نے بلا استثناء اخلاقی قدروں کی چوکھٹ پر جسم و جان کو قربان ہونے دیا۔

جنگ کے دوران ایک دن حملہ اتنا شدید ہو گیا کہ مسلمانوں کی بعض نمازیں وقت پر ادا نہ ہو سکیں جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا صدمہ ہوا کہ آپؐ نے فرمایا۔ خدا کفار کو سزا دے، انہوں نے ہماری نمازیں ضائع کیں۔ ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر ایک بہت بڑی روشنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ترین چیز آپؐ کے لئے خدا تعالیٰ کی عبادت تھی۔ جبکہ دشمن چاروں طرف سے مدینہ کو گھیرے ہوئے تھے، جبکہ مدینہ کے مرد تو الگ رہے عورتوں اور بچوں کی جانیں بھی خطرہ میں تھیں، جب ہر وقت مدینہ کے لوگوں کے دل دھڑک رہے تھے کہ دشمن کسی طرف سے مدینہ کے اندر گھس نہ جائے۔ اُس وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہی تھی کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اپنے وقت پر عمدگی کے ساتھ ادا ہو جائے۔

نعیم بن مسعود کا جنگِ احزاب میں کردار
ایک چھوٹی سی بات جسے بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا

بنو قریظہ کی غداری اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے خطرناک حالات کے ذکر میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر نہایت ضروری ہے جو اکثر تاریخی کتب نے غلط طور پر بیان کیا ہے اور یہودی خطرہ کے ٹلنے کا تمام تر سہرا خواہ مخواہ ایک شخص نعیم بن مسعود کے سر پر باندھ رکھا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر بھی ایک تہمت کا سایہ سا ڈال دیا ہے کہ گویا آپؐ نے اس خطرہ کو ٹلانے کے لئے خود نعیم کو ہدایت فرمائی تھی کہ ہیر پھیر اور چالبازی کے ذریعہ دشمنوں میں پھوٹ ڈال دے حالانکہ قطعی تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ ہرگز ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز کسی چالبازی کے نہ محتاج تھے، نہ ملوّث ہو سکتے تھے، نہ ہوئے۔

قصّہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ نعیم بن مسعود جو بنو غطفان کی شاخ بنو اشجع کا ایک فرد تھا۔ اگرچہ حملہ آور لشکر میں شامل تھا لیکن دل سے مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ خفیہ طور پر آنحضورؐ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی خدمات پیش کیں۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ لڑائی میں دھوکے سے کام لیا جاتا ہے اُسے نعوذ باللہ مسلمانوں کی خاطر چالبازی کرنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ اُس نے ایسی چالاکی کی کہ دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کی صفوں میں پھوٹ ڈال دی۔

(۱) وہ پہلے تو یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے پاس گیا اور اُنہیں کفار کی بدعہدی کا خوف دلا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ ابوسفیان سے مطالبہ کریں کہ جب تک ستر معروف صاحبِ حیثیت آدمی بطور یرغمال ہمارے سپرد نہیں کرو گے ہم تم پر اعتماد نہیں کر سکتے اور لڑائی میں تمہارے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔

(۲) دوسری طرف ابوسفیان سے جا کر کہا کہ یہودی تم سے دھوکا کر رہے ہیں تم اُن کو فوری حملہ کا پیغام دو تو دیکھو گے کہ وہ حملہ پر آمادہ ہونے کی بجائے تم سے یرغمالیوں کا مطالبہ کریں گے۔

چنانچہ یہود کی طرح ابوسفیان بھی اُس کی باتوں میں آ گیا اور جب یہود کو فوری حملہ کا پیغام بھیجا تو انہوں نے جواباً ستر یرغمالیوں کا مطالبہ کر دیا۔ تب ابوسفیان نے سوچا کہ واقعی نعیم ٹھیک ہی کہتا تھا اور جب اُس نے یرغمالی دینے سے انکار کر دیا تو یہود نے بھی سوچا کہ واقعی نعیم سچ ہی کہتا تھا۔ اِس طرح اُنہوں نے لڑائی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کا خطرہ ٹل گیا۔

یہ بچّوں والی کہانی بیان کر کے مورخین یہ تاثر دیتے ہیں کہ گویا مسلمانوں کی بَلا ٹالنے اور جنگِ احزاب کی تقدیر بدلنے میں سب سے بڑا کردار نعیم نے ادا کیا ہے۔ اور وہ بھی ایسی چالاکی سے جو اگر جھوٹ نہیں بھی تھی تو جھوٹ کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ ضرور گھوم رہی تھی۔ معاذ اللہ مِن ذٰلِكَ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ واقعہ محض ایک قصّہ، ایک کہانی، ایک افسانہ ہے جس کا حقیقتِ حال سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ اور اس روشن اور رصاف اور پاکیزہ الٰہی تدبیر پر سایہ ڈالنے کے مترادف ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپؐ کے اصحابؓ کے لئے اختیار فرمائی۔

ذرا سی تلاش کے ساتھ اِنہی تاریخی کتب سے وہ پختہ روایات بھی مل جاتی ہیں جو اس سارے قصّے کو جھٹلا رہی ہیں اور معمولی غور و فکر اور چھان بین سے روایات کی اندرونی شہادتیں بھی اِس مفروضہ کے خلاف ناقابلِ تردید دلائل پیش کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

اصل واقعات اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں :-

اوّل۔ جب پہلے پہل حی بن اخطب بنو قریظہ کو

پھسلانے کے لئے اُن کے پاس پہنچا (ابھی نعیم کا کوئی ذکراذکار بھی مسلمانوں نے نہیں سُنا تھا کیونکہ نعیم اِس واقعہ کے بہت بعد آنحضورؐ کی خدمت میں آیا ہے) توسب تاریخیں متفق ہیں کہ بنو قریظہ اس پر اعتماد نہیں کر رہے تھے اور بڑی طویل بحث وتمحیص اور تحفظات کے سوال اُٹھا کر بڑی دیر بعد مسلمانوں سے غدّاری پر آمادہ ہوئے :۔

قال موسیٰ بن عقبه وامر کعب بن اسد وقریظه حیّ بن اخطب ان یاخذ لهم من قریش وغطفان رهائن. تکون عندهم ینالهم ضیم ان هم رجعوا ولم ینا جزوا محمّداً و قالوا تکون الرهائن تسعین رجلاً من اشرافهم فنار لهم حیّ علیٰ ذلك.

فعند ذلك نقضوا العهد وفرقوا الصحیفة التی کان فیها العقد الّا بنی سعنة اسد واُسید وثعلبه فانهم خرجوا الیٰ رسول الله صلعم۔

(البدایة والنهایة لابن کثیر صـ۱۰۳)

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اُس وقت یہود نے یہ مطالبہ کر دیا تھا کہ کفار اس امر کی ضمانت کے طور پر کہ وہ مسلمانوں کو مکمل طور پر کچلے بغیر واپس نہیں جائیں گے اپنے نوّے بڑے آدمی بنو قریظہ کے پاس بطور یرغمال رکھوائیں چنانچہ حیّ بن اخطب نے گھر کر اس مطالبہ کو منظور کر لیا۔

یہ روایت نعیم والے قصّے کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیتی ہے اور بتاتی ہے کہ یرغمالیوں کا مطالبہ تو خود یہودیوں کی طرف سے ابتداء ہی میں کیا گیا تھا نہ کہ کسی نعیم کی لگائی بجھائی کے نتیجے میں۔

دوم۔ کسی مرفوع متّصل روایت میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ آنحضورؐ نے نعیم کو دھوکا سے مسلمانوں کی مدد کرنے کا ارشاد بھی فرمایا ہو۔ اسماء الرجال کی مستند کتاب "اُسد الغابہ" میں خود نعیم کے بیٹے کی اپنے باپ سے جو روایت درج ہے اس میں تو مضمون ہی بالکل مختلف بیان ہوا ہے۔ اس کی رُو سے نعیم جب آنحضورؐ کی خدمت میں مخفی طور پر حاضر ہوا تو یہ عرض کی کہ مَیں مسلمان ہوتا ہوں۔

واستاذن النبیّ ان یخذل الکفّار۔

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر

کی اجازت چاہی کہ وہ کفار سے الگ ہو جائے یا اُن کی مدد سے ہاتھ کھینچ لے۔ اس کے جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خَذِّلْ مَا اسْتَطَعْتَ فَاِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ۔ یعنی جہاں تک تیرا بس چلے اُن سے الگ رہ۔ لڑائی کے دوران چالیں چلی ہی جاتی ہیں

اس روایت سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ نعیم نے محض اپنی ذات کے بارہ میں کفار سے علیحدگی مانگی تھی اور آنحضورؐ نے مناسب حال مشورہ دے دیا۔ اس میں نہ تو کسی دھوکے کا ذکر ہے نہ مسلمانوں کے لئے کوئی مدد مانگی گئی ہے بلکہ نصیحت صرف اتنی ہے کہ اپنی ذات کو خطرے میں نہ ڈالنا اور احتیاط اور ہوشیاری سے کام لینا۔

سوم۔ نعیم کے بارہ میں واقدی کا بیان یہ ہے کہ نعیم دراصل ابوسفیان کا خفیہ ایجنٹ تھا جسے مسلمانوں کے لشکر کی خبریں لانے پر مقرر کیا گیا تھا۔ قرائن بتاتے ہیں کہ یہی بات درست ہے ورنہ نعیم کو دونوں لشکروں کے درمیان آنے جانے کا موقعہ مل ہی نہیں سکتا تھا۔ پس یہ الگ بات ہے کہ الٰہی تقدیر کے مطابق ابوسفیان نے ایسا آدمی چُن لیا ہو جسے وہ اپنا ایجنٹ سمجھ رہا ہو۔

لیکن دل سے وہ شخص مسلمان ہو کر اہلِ اسلام کا مفاد عزیز رکھتا ہو۔ بہرحال نعیم کے بارہ میں واقدی کا بیان دوسرے مورخین کی نسبت زیادہ قرینِ قیاس اور معقول نظر آتا ہے۔ اس بیان کی روشنی میں جب ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر دوبارہ غور کرتے ہیں تو وہ ایک نہایت فصیح و بلیغ ذومعنی کلمہ معلوم ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تیز فراست کے لئے اس احتمال کو بھانپ لینا ہرگز مشکل نہ تھا کہ نعیم مسلمانوں کی خبریں حاصل کرنے کی خاطر بھی یہ چال چل سکتا ہے کہ خود کو مسلمان ظاہر کرے ورنہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں بآسانی آجا نہ سکتا تھا۔ اگر نعیم اسلام قبول کر کے اسلامی لشکر میں ہجرت کر کے آجاتا تو بظاہر شبہ کی کوئی بات نہ تھی لیکن اسلام قبول کرنے کے باوجود لشکرِ کفار میں رہنا اور بحیثیت مسلمان کفار کے لشکر میں آنے جانے کی سہولت بھی حاصل کر لینا، ایسے حالات ہیں جو نعیم کو جاسوسی کے لئے بہترین موقع فراہم کر سکتے تھے اور قطعی طور پر ایسے شخص کے بارہ میں یہ علم نہیں ہو سکتا کہ وہ دراصل کس کا جاسوس تھا۔ اگر کفار

کا مزید جاسوس بننا تھا تب بھی اُس نے یہی کرنا تھا کہ آنحضورؐ کے سامنے آکر خود کو مسلمان ظاہر کرتا۔ اگر واقعۃً مسلمان ہو کر کفار کے لشکر کی جاسوسی کرنی تھی تب بھی مسلمان ہونا ضروری تھا۔ پس محض اُس کا آنحضورؐ کے سامنے اسلام کا اقرار کرنا اُسے یہ اہلیت نہیں دیتا کہ آنحضورؐ اُس پر فوراً مکمل اعتماد کر کے اپنی طرف سے جاسوس بھی مقرر فرما دیتے ہاں یہ امر کہ آنحضورؐ کی سنّت میں داخل تھا کہ مشکوک حالت میں بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والے کا مسلمان ہونا منظور فرما لیتے تھے اس لئے آپؐ کا نعیم کے ساتھ یہ سلوک تعجب انگیز نہیں۔

پس آپؐ کا یہ فرمانا کہ لڑائی میں چالیں چلی ہی جاتی ہیں خود نعیم کی طرف بھی تو اشارہ ہو سکتا ہے۔

نعیم کا اصل کردار:

پس نعیم نے اِن واقعات کے سلسلہ میں جو اصل کردار ادا کیا وہ صرف اتنا تھا کہ بعض حالات سے اندازہ کر کے ابوسفیان کو یہ رپورٹ پہنچائی کہ بنو قریظہ نے کفارِ مکہ کے ساتھ غدّاری کا فیصلہ کر لیا ہے۔

بنو قریظہ کا عملاً جنگ میں شریک نہ ہونے کا اصل سبب

پس بنو قریظہ کا مسلمانوں سے بدعہدی کے باوجود کفار کے ساتھ آخری حملہ میں شریک نہ ہونے کی اصل وجہ جو بھی تھی آنحضورؐ کے کسی ایجنٹ کا بہرحال اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے کہ بنو قریظہ نے حیّ بن اخطب سے پہلی ہی ملاقات میں یہ طے کر لیا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ شامل ہو کر مسلمانوں کے عقب سے حملہ تو کریں گے لیکن اِس بات کی ضمانت کے طور پر کہ تم ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رحم پر چھوڑ کر بھاگ نہ جاؤ گے اپنے ستّر بڑے بڑے آدمی ہمارے سپرد کر دو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عہد شکنی کا علم ہُوا تو ایک وفد یہود کو سمجھانے کی غرض سے سعدؓ بن معاذ کی سرکردگی میں بھیجا۔ جس میں سعدؓ بن عبادہ، عبداللہ بن رواحہ کے ایک بھائی اور خواتؓ بن جبیر شامل تھے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے اور اسلام سے پہلے یہودیوں سے ان کے گہرے دوستانہ مراسم تھے اُن کے بہت سمجھانے کے باوجود یہود نے ایک نہ مانی بلکہ سخت گستاخانہ رویّہ اختیار کیا اور صاف جواب دے دیا کہ ہمارا تمہارا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے اور ان کے سامنے

معاہدہ نامہ منگوا کر چاک کر دیا۔

اس وفد نے واپس آکر حضورؐ کی ہدایت کے پیشِ نظر اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کیا بلکہ بصیغۂ راز آپؐ کو اپنے مشن کی ناکامی کی اطلاع دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ خبر بہت شاق گزری کیونکہ یہود کی یہ بدعہدی مسلمانوں کو تکلیف میں ڈال سکتی تھی۔ آپؐ یہ خبر سن کر اپنا چہرہ ڈھانپ کر بڑے درد و کرب کے عالم میں لوگوں سے الگ ہو کر اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ کچھ وقت بعد جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری میں صرف ہوا ہوگا آپؐ باہر تشریف لائے اور بلند آواز سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے اور فرمایا مسلمانو! خوش ہو جاؤ! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعروں کے جواب میں تمام لشکرِ اسلام نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے اور اُن کے حوصلے فرش سے عرش تک بلند ہو گئے۔ واقدی کے بیان کے مطابق اس وقت نعیم بن مسعود ابوسفیان کے ایجنٹ کے طور پر مسلمانوں میں موجود تھا۔ پس یہ ہرگز بعید از قیاس نہیں کہ نعیم نے ان نعرہ ہائے تکبیر سے یہ اندازہ لگایا ہو کہ یقیناً یہود مسلمانوں کی بات مان گئے ہیں اور کفار سے پھر گئے ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کے لئے اتنی بڑی خوشی کی کوئی بات نہ تھی اور فوری طور پر ابوسفیان کو جا کر یہ رپورٹ کر دی ہو۔

قطع نظر اس سے کہ نعیم کس کا ایجنٹ تھا اور دلی ہمدردی کس کے ساتھ تھی دونوں صورتوں میں اس کے سوا وہ کچھ اور کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر مسلمانوں کا ہمدرد تھا تو بھی اس ہمدردی کا تقاضہ تھا کہ کفّار کو فوری طور پر ایسی اطلاع دے جس سے وہ یہود کی طرف سے بدظن ہو جائیں۔ اگر کفّار کا ایجنٹ تھا تب بھی ضروری تھا کہ فوراً اُن کو مطلع کرے کہ یہودی تمہیں دھوکا دے گئے ہیں۔ پس یہ محض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرہ ہائے تکبیر کی برکت تھی جس نے نعیم کو وہ کام کرنے پر مجبور کر دیا جو مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا۔ اس کے سوا وہ کچھ کر ہی نہ سکتا تھا۔

بہر حال ابوسفیان کو جب یہود کی نیّت پر شک پڑ گیا تو اُس نے ایک وفد یہود کی طرف اس مطالبہ کے ساتھ بھجوایا کہ ہم نے عام دھاوا بولنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس لئے کل جب ہم سامنے سے حملہ کریں تو تم معاہدہ کے مطابق پشت پر سے حملہ آور ہو جانا۔ اس کے جواب میں انہوں نے یہ کہلا بھجوایا کہ اوّل تو کل سبت کا دن ہے اسلئے کل ہمارے لڑنے کا سوال ہی نہیں۔ دوسرے ستّر یرغمالیوں کی شرط بھی باقی ہے تم یہ شرط پوری کرو گے تو ہم اپنے حصہ کی ذمہ داری ادا کرینگے۔ ابوسفیان چونکہ پہلے ہی بدظن ہو چکا تھا اِس لئے اُن کی طرف سے مایوس ہو گیا۔ اس کے بعد دو تین روز مسلسل کفار کی طرف سے خندق فتح

کرنے کی بھرپور کوششیں شروع ہو گئیں اور ہر طرف سے حملے ہونے لگے لیکن سر توڑ کوشش کے باوجود کفار اپنے ارادہ میں ناکام رہے اور کسی مقام پر بھی خندق پر قبضہ نہ جما سکے۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور غیبی نصرت تھی ورنہ کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی کہ اپنی غیر معمولی طاقت اور عددی غلبہ کے باوجود وہ اپنے ارادہ میں ناکام رہے۔

ان انتہائی نازک ایام میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام تر انحصار دعاؤں پر تھا اور یہی وہ ہتھیار تھا جو بالآخر کارگر ثابت ہوا اور سب دوسرے ہتھیاروں پر بازی لے گیا۔ ان دنوں آپؐ کی جو دعائیں منقول ہیں اُن میں ایک بڑی پُردرد دُعا یہ تھی:۔

يَا صَرِيْخَ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ الْمُضْطَرِّيْنَ اِكْشِفْ هَمِّىْ وَغَمِّىْ وَكَرْبِىْ فَاِنَّكَ تَرٰى مَا نَزَلَ بِىْ وَبِاَصْحَابِىْ۔

ترجمہ:۔ اے دکھیوں کی دُعا سننے والے، اے گھبراہٹ میں مبتلا لوگوں کی پکار کا جواب دینے والے، میری گھبراہٹ کو دور کر کیونکہ تو اُن مصائب کو جانتا ہے جو مجھے اور میرے ساتھیوں کو درپیش ہیں۔[1]

ایک دوسری دعا:۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اِهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔[2]

اے اللہ! جس نے مجھ پر قرآن نازل کیا ہے۔ جو بہت جلدی اپنے بندوں سے حساب لے سکتا ہے۔ یہ گروہ جو جمع ہو کر آئے ہیں ان کو شکست دے۔ اے اللہ ان کو شکست دے اور ہمیں ان پر غلبہ دے۔ ان کو اچھی طرح ہلا دے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سوز و گداز کے ساتھ دُعائیں پڑھتے ہوئے دن ان مختلف کاموں میں مصروف رہتے تھے اور منتظر تھے اور خوب جانتے تھے کہ کسی لمحہ بھی خدا تعالےٰ کی غیر معمولی نصرت آنے والی ہے۔ وہ کب اور کیسے آئے گی کوئی نہیں جانتا تھا لیکن اس کے آنے میں آنحضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو ایک ادنیٰ سا بھی شک نہ تھا۔ آخر وہ لمحہ آن پہنچا جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی قبولیت کا نشان تھا اور وہ رات آگئی جو سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ

---

[1] بخاری کتاب المغازی۔ باب الخندق۔

[2] مسند احمد

کا نظارہ دکھانے آئی تھی۔

ہوا میں کچھ لہک کچھ تیزی سی آنے لگی اور دیکھتے دیکھتے وہ ایک تیز و تند آندھی میں تبدیل ہو گئی۔ وہ آندھی کیا تھی ایک نمونہ قیامت تھا جس نے کفار کے لشکر میں ایک کھلبلی سی مچادی اور زلزلہ سا برپا کر دیا اور ہر طرف بدامنی اور سراسیمگی پھیل گئی۔ بہت سے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں اور جگہ جگہ آگ کے الاؤ بجھ گئے۔ کئی جگہ جلتے ہوئے کوئلے منتشر ہو کر خیموں کو آگ لگانے لگے۔ وہ لوگ چونکہ آتش پرست بھی تھے اس لئے آگ کے بجھنے سے نحوست کا شگون نکالا اور دل چھوڑ بیٹھے۔ ہر طرف سے کوچ کوچ کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور دیکھتے دیکھتے ایک سراسیمگی اور افراتفری کے عالم میں ہر طرف بھگدڑ پڑ گئی۔ خود ابوسفیان کی سراسیمگی کا یہ عالم تھا کہ اونٹ کے گھٹنے کھولے بغیر اس کی پیٹھ پر سوار اس پر کوڑے برسا رہا تھا کہ وہ بھاگتا کیوں نہیں۔

مسلمان ان تمام باتوں سے بے خبر تھکاوٹ اور فاقوں سے نڈھال اپنی قیام گاہوں میں پڑے تھے لیکن ایک بیدار بخت وجود ان کی بہبود کی خاطر جاگا ہوا تھا۔ قیامت کے اس طوفان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور آواز دی کہ کوئی ہے جو اس وقت جا کر کفار کے لشکر کی خبر لاوے۔ جب کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ کیونکہ صحابہؓ آواز سننے کے باوجود تھکاوٹ، سخت ٹھنڈی اور تند ہوا کے باعث جواب دینے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ صرف ایک حذیفہؓ تھے جنہوں نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کرتے ہوئے آواز دی لیکن اس دفعہ پھر حذیفہؓ کے سوا اور کسی کو لبیک کہنے کی طاقت نصیب نہ ہوئی۔ تب آنحضور نے حذیفہؓ کو یہ کہہ کر کفار کی خبر لانے کے لئے بھیجا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ ہم نے تمہارے دشمن کو بھگا دیا ہے جاؤ اور دیکھو دشمن کا کیا حال ہے ـــــ؟

چنانچہ جب حذیفہؓ نے خندق کے پاس جا کر جائزہ لیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تمام میدان خالی پڑا تھا اور اس ویرانی کے سوا جو بھاگتی ہوئی فوجیں اپنے پیچھے چھوڑ جاتی ہیں دشمن کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔ ہاں! گوشِ بصیرت فضا کے ہر ارتعاش میں یہ نغمہ سن رہا تھا کہ

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ۔ (ص آیت ۱۲)

دیکھو خدا کے بندوں کے لئے جب خدا کی کائنات مسخر ہوتی ہے تو کیسے کیسے عجیب کام ان کے لئے دکھاتی ہے۔ وہ تند و تیز آندھی جس نے دیکھتے دیکھتے دشمن کے بڑے بڑے آگ کے الاؤ بجھا دیئے اور لات و منات کے آتشکدوں کی خاک اڑا دی، نورِ مصطفوی کے شعلۂ نور کو

بُجھا نہ سکی بلکہ وہ تو اس رات پہلے سے بڑھ کر بلند تر اور روشن تر اور قوی تر ہو کر اُبھرا اور اس رات کو بقعۂ نور بنا دیا جو کتنے ہی مصائب سے پُر اور مظالم سے کجلائے ہوئے دنوں کے بعد آئی۔

اے نورِ مصطفوی! تو اللہ کے علم میں ازل سے روشن تھا اور ابد تک روشن رہے گا۔ آ اور مظالم اور معاصی سے بھرے ہوئے اس تاریک زمانہ کو بھی روشن کر ــــــ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ

اَلْوَدَاعِیَہ

ادارہ "خالد" کے تین ساتھی اس دفعہ رخصت ہو رہے ہیں۔ محترم محمد الیاس منیر صاحب، محترم اخلاق احمد صاحب انجم اور محترم نعمت اللہ صاحب بشارت۔ یہ دوست ایک عرصہ تک ماہنامہ خالد کی معنوی اور صوری خوبی کو نکھارنے اور بڑے خلوص اور محنت اور جانفشانی کے ساتھ اسے خوب سے خوب تر بنانے کے لئے مساعی کرتے رہے اور بفضلہ تعالیٰ خالد اپنے معیار اور پسندیدگی کے لحاظ سے مقبول و معروف ہوا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ہمارے یہ مخلص احباب اپنے تعلیمی دَور کی تکمیل کے بعد اصلاح و ارشاد کے میدان میں سرگرم عمل ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو۔ خدا کرے ہمارے یہ دوست اپنی صلاحیتوں کو صحیح طریق سے استعمال کرنے والے اور اپنے رب کے حضور عاجزانہ راہیں اختیار کرنے والے ہوں، جہدِ مسلسل ان کا شعار اور بے لوث خدمت ان کا وقار رہے اور مقبول خدمات کی توفیق پائیں۔

ادارہ "خالد" اپنی اور قارئینِ "خالد" کی طرف سے ہر سہ برادران کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اپنی پُرخلوص دُعاؤں کے ساتھ رخصت کرتے ہوئے اپنے ربّ کریم کے حضور ملتجی ہے ؎

دین و دُنیا میں تو ان کو شاد رکھ
رشد اور ارشاد سے آباد رکھ

(مدیر)

تبرکات

نُورِ فرقاں ہے جو سب نُوروں سے اَجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کِس سے اِس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نُور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

(در ثمین)

محترم نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا دورہ

محترم مرزا فرید احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ آجکل یورپ، امریکہ اور کینیڈا کے دورے پر ہیں۔
خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت کی وسعت اور ترقی کی وجہ سے خدام الاحمدیہ کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے اور بیرونی ممالک میں مجالس تیزی سے قائم ہو رہی ہیں۔ ان مجالس کو اساسی طور پر مستحکم کرنے کی بے حد ضرورت ہے۔ بعض جگہوں پر انتظامی مشکلات کا سامنا ہے۔ پھر سب ممالک کے حالات بھی ایک جیسے نہیں اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ کوئی مرکزی نمائندہ وہاں جائے اور مقامی حالات کو مدنظر رکھ کر جائزہ لے اور تنظیمی امور میں موقعہ پر ہدایات دے اور مجالس کی رہنمائی کرے۔ انہی حالات کے پیش نظر محترم نائب صدر صاحب مجلس مرکزیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے ان ممالک میں تشریف لے گئے ہیں۔ محترم موصوف ان ممالک میں جا کر خدام الاحمدیہ کی تنظیم کو مؤثر بنانے اور باہم رابطہ کو مستحکم کرنے اور خدام میں قربانی کی رُوح پیدا کرنے کی سعی فرمائیں گے۔ اور جہاں جہاں ابھی تک مجالس قائم نہیں ہوئی ہیں وہاں انشاء اللہ باقاعدہ مجالس کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

اس دورے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ جیسا کہ خدام کو معلوم ہے کہ پندرھویں صدی کی آمد پر مجلس خدام الاحمدیہ کو اپنے پیارے امام کے حضور اس صدی کے استقبال کے طور پر دو مساجد (اٹلی اور جنوبی امریکہ میں) کی تعمیر کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ محترم نائب صدر صاحب اس سلسلہ میں بیرونی مجالس میں مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تحریک بھی فرمائیں گے۔ تاکہ مجلس خدام الاحمدیہ جلد سے جلد اس بابرکت ارادہ کو عملی جامہ پہنا سکے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گام محترم نائب صدر صاحب کو اپنے فضل و کرم سے نوازے، صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور یہ دَورہ ہر جہت بابرکت اور جماعت کے لئے سعید اور نتیجہ خیز ثابت ہو۔

(ادارہ)

فری کوچنگ کلاسز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ جب علم اس نیّت کے ساتھ حاصل کیا جائے کہ اس سے دین کا احیاء مقصود ہو تو یہ عمل عبادت بن جاتا ہے اور اس سے وہ نور حاصل ہوتا ہے جس سے قلب و ذہن کو جلا ملتی ہے اور یہ حقیقی معرفت کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس شخص کو اس حال میں موت آئے کہ وہ علم کے حصول میں کوشاں ہو جنّت میں انبیاء اور اس شخص کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ اس مبارک فرمان سے علم کی فضیلت اور عظمت ظاہر ہے۔

علم سیکھنے کے ساتھ علم سکھانے کو بھی نیکی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے متقیوں کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ کہ جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ انفاق کا لفظ امساک کے مقابل پر استعمال ہوتا ہے۔ یعنی متقی اللہ تعالیٰ کی عطایا کو اپنی ذات تک محدود اور روکے نہیں رکھتا بلکہ اُسے خرچ کرتا ہے اور اس فضل میں دوسروں کو بھی شریک کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار انعامات سے نوازا ہے۔ علم بھی اس کی عطا ہے۔ اُس نے انسان کو ذہن دیا، ادراک کے قویٰ اور اعضاء دیئے۔ علم کے حصول کے ذرائع اور ضرورتیں اور تقاضے مہیّا فرمائے۔ یہ سب اسکی رحمانیت کے جلوے ہیں۔ اِن اَن گنت احسانوں کو یاد رکھنا اور اِن کے شکر گزار ہونا بندے پر فرض ہے اور اس کا ایک طریق یہ ہے کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا ہے، وہ دوسروں کو تعلیم دیں۔ شکر ازدیادِ نعمت کا موجب ہوتا ہے۔ پس خدام بھی جہاں خود علم کے لئے کوشاں ہوں وہاں وہ اپنے پیچھے آنے والے بھائیوں کی تعلیمی اعانت اور رہنمائی کریں تاکہ اُن کے علم میں اللہ تعالیٰ مزید برکت دے۔

خصوصًا ان دنوں تعلیم کے میدان میں تعاون کر کے ثواب کمانے کا ایک بہترین موقعہ ہے۔ موسم گرما کی تعطیلات کی وجہ سے طلبہ اپنے

اپنے تعلیمی اداروں سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اور یہ ایسا عرصہ ہے کہ اگر اس سے صحیح رنگ میں استفادہ کیا جائے تو طلبہ اپنی گزشتہ کمی اور نقص کو پورا کرنے اور آئندہ اپنی تعلیمی سہولت کے لئے توشہ جمع کر سکتے ہیں۔ پس ان ایام سے طالب علم بھائیوں کو بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور محنت اور توجہ کے ساتھ اپنے تعلیمی مشاغل میں مصروف اور خدا تعالیٰ کے حضور علم میں زیادتی کی دعا میں منہمک رہنا چاہیئے تا علم اور معرفت میں کمال حاصل کرنے کی بشارت کے مورد بنیں

تنظیمی اعتبار سے قائدین مجالس خدام الاحمدیہ اپنی اپنی مجالس میں کوچنگ کلاسز (میٹرک سے بی۔ ایس سی تک) کے اجراء کا اہتمام کر کے احمدی طلبہ کے لئے تعلیمی ماحول پیدا کریں۔

گزشتہ سالوں میں یہ تجربہ بہت کامیاب رہا ہے۔ احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن لاہور اور فیصل آباد نے کوچنگ کلاسز کا اہتمام کیا تھا جو بفضلہ تعالیٰ بہت کامیاب اور مفید رہا۔ اسی طرح خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے تحت مرکز میں ۸ ماہ تک شام کے وقت میٹرک کی کلاسز جاری رہی ہیں اور کافی تعداد میں طلبہ شریک ہوتے رہے۔

ایسی مجالس جہاں تعلیمی مراکز ہیں مثلاً لاہور، کراچی، حیدر آباد، فیصل آباد، ملتان وغیرہ ان مجالس کے قائدین کو فوری توجہ دینی چاہیئے اور فری کوچنگ کلاسز جاری کر کے احمدی طلبہ کا وقت ضائع ہونے سے بچانا چاہیئے۔ ہمارے پیارے آقا سے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آپ کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا — اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس برکت سے حصہ لینے کی توفیق دے۔ آمین ؛

(مدیر)

اعتذار: — ماہ جون کے شمارہ کی بقیہ اقساط انشاء اللہ ماہ اگست میں پیش کی جائیں گی۔ ادارہ اس تاخیر پر معذرت خواہ ہے۔

اخبارِ مجالس

دَورہ صدرِ محترم

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے فروری، مارچ، اپریل اور مئی کے دَوران بعض مجالس کے دَورے فرمائے جہاں خدام سے خطاب فرمایا اور خصوصًا مجالس عاملہ کے اجلاس کر کے اُن کی تعلیمی، تربیتی، اور تنظیمی حالت کا جائزہ لیا اور قابلِ توجہ امور کی نشاندہی فرما کر عہدیداران کو کام کی رفتار بڑھانے کے بارہ میں ہدایات اور مشوروں سے نوازا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے صدرِ محترم کے رابطہ کی وجہ سے مجالس میں بیداری پیدا ہوئی اور خدام میں دینی ترقی اور مجلسی امور میں دلچسپی کے رجحان میں اضافہ ہوا۔ الحمد للہ

محترم صدر صاحب کے دَورہ کی مختصر رپورٹ جو محترم معتمد صاحب مرکزیہ نے بھجوائی ہے پیشِ خدمت ہے:-

۲۵/فروری۔ قیادت دہلی گیٹ لاہور کے اجلاسِ عام میں خدام کو خطاب فرمایا اور مجلس مغلپورہ لاہور کی مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں اراکین کو شوق اور دلچسپی سے کام کرنے کی تلقین فرمائی۔

۲۷/فروری۔ مکرم غلام رسول صاحب سابق قائد ضلع فیصل آباد کی الوداعی تقریب میں شرکت کی۔ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد سابق صدر مجلس، معتمد مرکزیہ اور مہتمم صحتِ جسمانی بھی صدرِ محترم کے ہمراہ تھے۔ آپ نے اور محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔

۵/مارچ۔ گوجرانوالہ میں ضلعی عاملہ کی میٹنگ ہوئی جس میں صدرِ محترم نے کام کا شعبہ وار جائزہ لیا اور ہدایات دیں۔

۳۱/مارچ۔ سرگودہا شہر و ضلع کی عاملہ کی میٹنگ میں صدرِ محترم نے خطاب فرمایا اور عہدیداران کے پیش کردہ مسائل و مشکلات کے بارہ میں مشورے دیئے۔

۹، ۱۰/اپریل۔ قیادت علاقہ راولپنڈی کے تحت کھاریاں میں دو روزہ تربیتی اجتماع ہوا جس میں علاقہ کے خدام نے بکثرت شمولیت کی۔ اس میں صدرِ محترم نے شرکت فرمائی اور دو روز کھاریاں میں قیام کیا۔ آپ کے ہمراہ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب مہتمم تربیت اور محترم مولانا دوست محمد

صاحب شاہد بھی کھاریاں تشریف لے گئے تھے۔

۱۲ر مئی۔ لاہور ضلع کی قیادتوں کی مجالس عاملہ کا اکٹھا اجلاس ہوا جس میں ۲۵۰ سے زائد خدام شامل ہوئے۔ محترم صدر صاحب نے عہدیداران کو تفصیلی ہدایات اور قیمتی مشوروں سے نوازا۔

۱۴، ۱۵ر مئی۔ حیدر آباد سندھ میں ضلعی اجتماع منعقد ہوا۔ صدر محترم نے دو دن وہاں قیام فرما کر اس تربیتی اجتماع میں شرکت فرمائی اور خدام کو زرّیں نصائح کیں اور عاملہ کے اراکین سے بھی گفت و شنید فرمائی۔

۱۵، ۱۶ر مئی۔ حیدر آباد سے ضلع بدین کے دو روزہ تربیتی اجتماع میں شمولیت فرمائی اور خدام کو خطاب فرمایا۔ نیز باہر کی مجالس سے آئے ہوئے خدام سے ملاقاتیں کیں۔ اور مجالس کے دُور افتادہ ہونے کے باعث باہم رابطہ میں جو مشکلات درپیش تھیں اُن کے بارہ میں گفتگو کی اور ہدایات دیں۔

۲۹ر مئی۔ فیصل آباد ضلع کی مجلس عاملہ میں شرکت فرمائی اور کام کی رفتار کا جائزہ لیا۔
وزیر آباد (ضلع گوجرانوالہ) میں خدام کے اجلاس میں تقریر فرمائی۔
ڈسکہ (ضلع سیالکوٹ) میں خدام کے اجتماع میں شرکت فرمائی۔

رضائے باری تعالیٰ کے حصول کی ایک نئی ادا

ہر احمدی خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ کچھ خرچ کر رہا ہے لیکن سابقون کا ایک ایسا گروہ بھی ان میں ہے جو انفاق فی سبیل اللہ کے نئے نئے ڈھنگ سوچ کر دلربا انوکھی اداؤں کے ساتھ اپنے رب کو راضی کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ چند دن ہوئے ایسی ہی ایک مثال سامنے آئی۔

ایک مخلص احمدی دوست جو وقفِ جدید کی مالی قربانی میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی اس کارِ خیر میں شامل رکھتے ہیں اس فکر میں مبتلا ہو گئے کہ اہل و عیال کی طرف سے اگر میں ہی چندہ دیتا رہوں تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کا جو لطف میں اٹھا رہا ہوں وہ کیسے اس کی لذت میں شریک ہو سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے سوچ سوچ کر یہ ترکیب نکالی کہ ان چندوں کے علاوہ جو وہ پہلے سے دے رہے ہیں اپنی اہلیہ کو خط لکھا کہ مہینے میں ایک دن تم گھر میں سالن نہ پکاؤ اور بچوں کو بتا دو کہ آج ہم اس لئے سوکھی روٹیاں کھائیں گے کہ سالن کے جو پیسے بچیں وہ خدا کی راہ میں چندہ دے دیں۔ پہلے دن کے دلچسپ تجربہ سے جو دس روپے کی آمد ہوئی وہ انہوں نے وقفِ جدید میں ادا کر دیئے۔ لیکن اس دن کی اصل آمد وہ بے مثل روحانی لذّت تھی جو سوکھی روٹی کے ہر لقمہ کے ساتھ ایک مخلص ماں اور معصوم بچوں نے حاصل کی اور اس سے بھی بہت بڑھ کر رضائے باری تعالیٰ کی وہ دولت تھی جسے دنیاوی اقدار میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

شکریہ احباب اور التجاء دعا

خاکسار کا ۲۶ جنوری ۱۹۸۱ء کو ایکسیڈنٹ ہوا جس کے نتیجہ میں دائیں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اور احباب کی دعاؤں سے خاکسار اب رُوبصحت ہے اور سہارے کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا ہے۔ الحمد للہ ثمّ الحمد للہ۔

خاکسار احباب جماعت کا شکرگزار ہے جنہوں نے میری دعاؤں سے امداد فرمائی۔ التجا کرتا ہوں کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ جلد از جلد صحت دے اور فعّال زندگی سے نوازے۔

(محتاجِ دعا۔ عبد المالک نمائندہ خالد و تشحیذ۔ لاہور)

مجالس اپنا جائزہ لیں!

(محمود احمد صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی چھبیسویں، ستائیسویں سالانہ تربیتی کلاسز میں مجالس اور خدام کی نمائندگی کا مجلس وار گوشوارہ ساتھ والے صفحات پر شائع کیا گیا ہے۔ اسکی اشاعت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مجالس اپنا محاسبہ کریں اور جائزہ لیں کہ ہم نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کی کس حد تک تعمیل کی ہے جس میں حضور نے تربیتی کلاس میں ہر مجلس کی نمائندگی کی خواہش کا اظہار فرمایا ہے کہ:۔

"ہر جماعت اور مجلس سے کم از کم ایک نمائندہ اس کلاس میں ضرور شامل ہو۔"

نیز اس جائزہ کی اشاعت کی دوسری بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ایسی مجالس جن کی تربیتی کلاس میں نمائندگی نہیں ہوئی اور وہ حضور کے ارشاد کو پورا نہیں کر سکیں وہ ابھی سے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے مورخہ ۲۳-۲۴-۲۵ اکتوبر کو ہونے والے سالانہ اجتماع میں شمولیت کے لئے تیاری فرمائیں تاکہ اس اجتماع میں نمائندگی کر کے وہ حضور کے اس ارشاد کو پورا کر سکیں۔

"غرض ہر جماعت کا کم از کم ایک نمائندہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں ضرور شامل ہونا چاہیئے اجتماع میں ہماری پوری کی پوری جماعت کی نمائندگی ہونی چاہیئے۔"

ایک بچّے کی المناک وفات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے مخلص اور دیرینہ کارکن مکرم چوہدری بشیر احمد خان صاحب کا اکلوتا بیٹا عزیز طارق احمد محمود بعمر ۱۲ سال مورخہ ۲۱ جون ۱۹۸۱ء بسوں کے اڈہ پر مسافروں کو ٹھنڈا پانی پلانے سے فارغ ہو کر اپنے گھر (محلہ دارالیمن) جاتے ہوئے بس کے حادثہ میں شہید ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

عزیز بڑا ہونہار، نیک اور سعید فطرت بچّہ تھا جو خدمتِ خلق کا بڑا شوق رکھتا تھا۔ نو بہنوں کے اکلوتے بھائی کی المناک جُدائی خاندان کے لئے ایک عظیم صدمہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اپنی رضا پر راضی ہونے کی توفیق بخشے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

(ادارہ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی

چھبیسویں ۲۶ اور ستائیسویں ۲۷ تربیتی کلاسز میں نمائندگی کا مجلس وار گوشوارہ

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
ضلع پشاور		
پشاور	۳	۴
نوشہرہ چھاؤنی	۲	—
پبی	—	۱
رسالپور	—	—
بازید خیل	۱	۲
اچینی پایاں	—	—
ضلع مردان		
مردان	—	—
ضلع کوہاٹ		
کوہاٹ	۱	—
ضلع بنوں		
بنوں	—	—

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان		
ڈیرہ اسمٰعیل خان	—	—
ضلع ہزارہ		
مانسہرہ	۱	۱
داتہ	۱	۱
تربیلا ڈیم	۱	—
ہری پور	—	—
ایبٹ آباد	—	۳
فاروقیہ	—	۱
ضلع راولپنڈی		
مسجد نور راولپنڈی	۱۳	۴
صدر "	۳	۱
اسلام آباد	۵	۳
واہ کینٹ	۱	۲

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
گوجر خان	۲	۲
چونترہ	۱	—
پنڈ بگوال	۲	—
ٹیکسلا	۱	—
مری	۱	—
منڈوال پیہاں	۱	—
کہوٹہ	۱	—
ضلع اٹک		
اٹک	۱	۳
پنجند	—	—
حسن ابدال	—	—
ضلع جہلم		
جہلم	۱	۱
چکوال	—	—
کھیوڑہ	—	—
دوالمیال	۲	—

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء	نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء	نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
کلر کہار	-	-	چک سکندر	۱	۱	لالہ موسیٰ	۱	-
بھون	۱	-	دیونہ ماجرہ	۱	۱	کنگ چنن	-	-
دھرکنہ	-	-	لنگے	۱	-	مکھنانوالی	۱	۱
رتوچھہ	۱	-	شادیوال	۲	۲	پنڈی لالہ	-	-
پنڈدادن خان	-	-	چوکنانوالی	۲	۱	بزرگوال	۱	۱
ڈنڈوت	-	-	دھیرکے کلاں	۲	۱	خانانوالی	-	-
منگلا ڈیم	-	-	کھوکھر غربی	۱	۱	بھلیسرانوالہ	۱	۱
چپ بورڈ فیکٹری	-	-	پوڑانوالہ	۱	۱	ممدانہ	۲	-
محمود آباد	-	۲	ڈنگہ	۱	۱	بارموسیٰ چک ۴۶	۱	-
کالا گوجراں	-	۱	نصیرہ	۲	-	محمد آباد	-	۲
بوچھال کلاں	-	-	کنجاہ	۱	-	کالرہ کلاں	۲	-
چیٹی وند کالری	-	-	مرالہ	۱	۱	معین الدین پور	۱	۱
دینہ	-	-	مونگ	۱	۱	سوک کلاں کالا چک	۱	-
			بنگلہ ع۱۸	۱	-	لسوالی موہل (کھیرانوالی)	۲	۱
ضلع گجرات			منڈی بہاؤالدین	۱	۱	ڈیرہ دتے شاہیاں	۱	-
گجرات	۴	۲	چک ۲۰	۲	۱	کیرانوالہ، چھوکر خورد	۱	
کھاریاں	۱۰	۱	رچوعہ لسنبول ہیلاں	۱	۱	چاکانوالی، ماچھیوال		۱
رسول	۱	-	کوٹلی افغاناں	۱	۱	گولڑیالہ	-	-
سعد اللہ پور	۲	۲	سدوکی	۱	۱	ڈھل گھیڑ	۳	-
شیخ پور	۳	۱	تہال	۲	-	جلالپور جٹاں	۱	۱
گولیکی	۲	۱	چک ۲۶	۱	۱	ملک پور مرزا	-	-
دھدرا	۲	-	جسوکی	۱	-	مکیانہ، بھلیسر، ڈوگا	۳	۲
بوریانوالی	۲	-	کڑیانوالہ	-	۱	پنڈی دھوتراں	-	-

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
ٹپیالہ ساہیاں	۱	۱
دالیہ کلاں	-	-
عالم گڑھ	۱	۱
گڑھا جٹاں	۱	-
گلانوالہ	۱	۲
شوگر ملز منڈی بہاؤالدین	۱	۲
ڈھوترکھا	۱	۱
سرائے عالمگیر	-	-
چک نمبر ۹	-	۱
سماعیلہ	-	۱
فتح پور	۱	-
ضلع سرگودھا		
سرگودھا شہر	۴	۴
سرگودھا کینٹ	۲	۱
بھیرہ	۳	۲
چک ۳۳ جنوبی	۱	-
چک ۹۹ شمالی	۲	۲
" ۹۸ "	۱	۳
" ۷۸ جنوبی	۲	۱
تخت ہزارہ	۱	۱
چک ۴۰ جنوبی	۱	۱
" ۳۸ "	۱	-
" ۹ شمالی پنیار	۲	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
خوشاب	۴	۴
چک ۴۷ جنوبی	۱	-
کوٹ مومن	۳	۱
بھان امید علی ورک	۳	۵
چک ۸۷ شمالی	۱	۱
" ۳۹ ڈی بی	۱	۱
" ۴۳ جنوبی	۳	۱
" ۲۰ ٹی ڈی اے	۲	۲
" ۱۶۸/۱۷۱ شمالی منگلا	۱	۱
ٹھٹھہ جوئیہ	۱	۱
چک ۱۵۲ شمالی	۲	۲
بھابڑا	۱	۲
چک ۳۵ شمالی	۳	۱
" ۳۵ جنوبی	۲	۱
" ۸-ایم بی	-	-
" ۱۳۰ شمالی سلانوالی	۲	۲
" ۸۸ "	۱	۱
عمر آباد	۱	۱
ادرحمہ	۱	۲
چک ۷۱ جنوبی	۱	-
رکھ چراگاہ	۱	۱
ہجکہ	۳	۲
چاہ سردار والا	۱	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
مچھوکہ ریکا	۱	۱
چک ۶۲ جنوبی	۱	-
" ۸۶ "	۱	۱
" ۱۲۴ "	۱	۱
" ۸۱ "	۱	-
" ۴۹ "	۱	۱
" ۴۶ شمالی	۱	۲
پیلووینس	۱	۱
ساہیوال	۱	۱
لکھوگھیاٹ	۲	۱
اعوان آباد	۱	-
بھلوال	۱	۱
دودہ	۲	۱
ڈیرہ چانن خانوالہ	۱	۱
احمد آباد جنوبی	۱	۱
"ٹھہڑ بابی روڈہ	۲	۱
جوہر آباد	۱	-
چک ۳۲ جنوبی	۱	۱
" ۸۶ شمالی	۱	۱
" ۴۱ جنوبی	۱	-
" ۷۹ شمالی	۱	-
سکیسر کینٹ	-	-
سوبھاگا	-	-

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
ضلع میانوالی		
میانوالی	–	۱
بھکر	–	–
اسکندر آباد (داؤد خیل)	۱	۱
چک ۷۰ ایم ایل	۱	–
" ۵۰ " دریا خان	–	–
" ۴۷ ٹی ڈی اے	–	۱
" ۱۶ ایم ایل	–	–
ضلع جھنگ		
جھنگ صدر	۱	۴
چنیوٹ	۲	۲
احمد نگر	۲	۵
لالیاں	۱	۲
ککی نو	۱	۲
شورکوٹ شہر	۱	۱
" کینٹ	۱	۱
جل بھٹیاں	۲	۲
چاہ لڈیانہ	۳	۲
پکا لنسوانہ	۱	۱
بھڈھ شیرکا	۲	۲
عنایت پور بھٹیاں	۱	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
پیرو	۲	–
چک ۵ ۳/۷	۱	۱
چھنی	۱	۲
لولہ شریف	۱	۱
احمد آباد (سانگرہ)	۱	۱
چک ۴۹۷ ج ب	۱	۱
ڈاور	۱	–
ضلع فیصل آباد		
مسجد فضل فیصل آباد	۷	۸
دارالذکر "	۶	۴
چک ۲۳۲ ر ب باویوالہ	۱	۱
" ۲۰۳ " ماناتوالہ	–	۱
" ۲۰۹ " اکال گڑھ	–	–
" ۱۲۰ ج ب باداچک	۱	۲
" ۱۲۱ " حسن پور	۱	۱
" ۱۹۵ ر ب جنڈانوالہ	۳	–
" ۲۱۹ " گنڈا سنگھ والا	۲	۳
" ۶۸ ج ب لیلاں	۱	۱
" ۳۳۲ " دھتی دیو	–	–
" ۲۷ ج ب کلاں	–	–
" ۶۱ " دھروڑ	–	–
" ۳۳	–	–
" ۳۰ " فیض آباد	–	–
" ۸۴ " سرشمیر روڈ	۲	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چک ۸۶ ج ب دھول ماجرا	۱	۱
" ۸۸ " حبیانہ	۱	۲
" ۸۹ " رتن	۱	–
" ۹۴ "	–	–
" ۹۶ "	–	–
" ۲۷۵ ر ب کرتارپور	۱	–
" ۲۷۶ " گوکھووال	–	–
" ۲۶۹ " کھرڑیانوالہ	۲	۱
" ۱۹۴ " لاٹھیانوالہ	۲	۱
" ۶۹ " گھسیٹ پورہ	۳	۲
" ۷۲ " باہمن والا	–	–
" ۱۰۰ " رڑکا	۲	–
" ۱۰۸ " چوہڑ والا	–	–
" ۱۰۷ " غربی	–	۱
" ۶۰ " کھیم سنگھ والا	–	–
" ۶۱ " بیدیانوالہ	–	۲
" ۶۷ " مابل چک	۴	–
" ۱۰۹ " مسعود آباد	–	–
" ۱۰۹ " روڑہ	–	–
" ۱۰۹ گ ب نرائن سنگھ	۱	–
" ۵۵	–	۱
" جڑانوالہ	۱	۲
" ۹۶ گ ب صریح	۴	۳

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چک ۵۶۳ گ ب شرقی	۱	-
" ۵۶۵ "	۴	-
" ۵۵۹ "	۱	-
" ۶۴۴ "	۱	-
" ۶۴۶ " بھٹہ کالو	۱	-
" ۶۴۸ "	۱	-
" ۵۶ "	-	-
" ۷۶ " سنتوکہ گڑھ	۱	۱
" ۲۷۸ " شیرکا	۱	-
گوجرہ	۱	۳
چک ۳۶۷ ج ب جلیانوالہ	-	۱
" ۳۵۴ " قادر آباد	-	-
" ۲۹۶ " جیچا پور	-	-
" ۲۹۷ "	-	۱
" ۳۰۰ "	۲	-
" ۴۲۶ " کانہہ گونہ	-	-
" ۳۱۲ " کمھووالی	-	-
" ۴۳۳ " دھرو کے	-	۱
ٹوبہ ٹیک سنگھ		
چک ۲۹۵ گ ب	-	-
پیر محل	-	۲
چک ۵۶/۴ ٹکڑا	-	-
" ۵۲۸ گ ب مانو پور	۱	-

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چک ۳۸۸ گ ب	-	۱
سمندری	-	۲
چک ۳۵۲ گ ب	-	-
" ۴۷۱ " "	-	-
" ۲۰۹ " لودھی ننگل	-	-
ماموں کانجن	۱	-
چک ۴۸ ا گ ب چوہلہ	-	-
" ۷۳ ر ب گڑیانوالہ	-	-
" ۱۲۷ " بہلولپور	-	۱
" ۱۴۹ " گھمی	۱	۱
" ۱۴۶ " کھیوہ	۱	۱
" ۱۲۵ " لدھڑ	-	-
" ۵۹۱ " گنگا پور	-	-
" ۵۷ " گھیالہ کلاں	-	-
" ۸۴ گ ب	۱	-
" ۱۳۷ "	-	-
" ۲۰۳ "	-	-
" ۱۴۷ ر ب چوہڑی	۱	۱
" ۲۳۳ "	-	۱
ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر)		
کوٹلی	-	۲
گوئی	۱	-

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چرناڑی	-	-
آرام باڑی	-	-
خلیل آباد	۱	۲
دولیاں جٹاں	۱	-
بھاپڑہ	-	-
درہ شیر خان	-	۱
مظفرآباد (آزاد کشمیر)		
مظفرآباد	-	-
باغ	-	-
پریم کوٹ	-	-
ضلع میرپور (آزاد کشمیر)		
میرپور	-	-
ڈنیال نگیال	-	-
میرا بھڑکا	-	-
ربوہ	۴۶	۵۱
ضلع لاہور		
اسلامیہ پارک	۹	۱۴
دہلی گیٹ	۸	۱۲
دارالذکر	۱	۸

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
ماڈل ٹاؤن	۲	۷
شاہدرہ ٹاؤن	۲	۲
" نیکڑی	۱	۱
مغلپورہ	۵	۷
رائے ونڈ	۱	۱
ہانڈو گوجر	۱	۱
باٹاپور	۲	۲
اڈہ پھیل	۱	۱
آصل گروکے	۱	-
جاہمن	۱	۱
ہڈیارہ	۱	۱
بدری	۲	-
رکھ شیخ کوٹ	۱	۱
کماس	۱	۱
نانو ڈوگر	۱	۱

ضلع قصور

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
قصور	۱	۱
پتوکی	۱	۳
بھلیسر	۱	-
دھوپ سڑی چک ۶۴	۳	۱
مصطفیٰ آباد	-	۱
کھریپڑ	-	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
جوڑہ	۵	۲
شمس آباد	-	-
چونیاں	۱	۱
کھڈیاں	-	-
ڈھلم	۲	-
سانگرہ	۱	-
للیانی	۱	-

ضلع سیالکوٹ

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
سیالکوٹ شہر	۲	۳
سیالکوٹ چھاؤنی	۱	۱
ڈسکہ کلاں	۱	۱
سمبڑیال	۱	۳
پیرو چک	۱	۱
بھڈال	۲	۱
کوٹ کرم بخش	-	-
ربیوکے	۱	۲
کوٹ کوڑا	۱	-
چھنڈ کھوساہی	-	-
ڈھپئی	۱	۱
بھڑتانوالہ	-	۱
ملیانوالہ	۱	-
موسے والا	۱	۱
بھروکے کلاں	۱	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
ترسکہ سیاں	۱	-
عزیز پور ڈگری	۱	-
وسّن کے	-	-
جانکے چیمہ	-	-
ڈگری گھمناں	۳	۱
گونڈ کے	-	۱
ڈنڈ پور کھرولیاں	۱	۱
درگانوالی مگرا	-	۱
اورا	۱	۱
بھاگو بھٹی	۱	۱
بھاگووال	۱	۲
سلیم پور	۱	۲
نشتر آباد	-	-
ساہووالہ	-	-
صابو بھڈیار	-	۱
چونڑ منڈہ	-	-
میانوالی سندھواں	-	-
بدوملہی	۳	۳
میانوالی خانانوالی	۱	۱
گھٹیالیاں کلاں	۱	۱
" خورد	۱	۱
کوٹ گھمن	-	-
چندر کے منگولے	۲	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء	نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء	نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
بھوڑی ملیاں	-	۱	چونڈہ	۱	۱	پمپ احمد آباد	۲	۱
عہدی پور	۱	۱	رائے پور	-	۱	ساہووال	-	۱
قلعہ صوبا سنگھ / قلعہ کالروالا	۱	۲	قیام پور سڑک والے	-	-	میاوی نانوں	۱	۱
لسپرور	۱	۱	پنڈی بھاگو	۲	۱	گڈگور	۱	-
گھٹوکے چیچہ	۱	۱	بھوبھٹی	۲	۱	معراجکے	۲	۲
داتا زیدکا	۱	۱	کھریا	۱	۱	دولم کاہلوں	۱	۱
کوٹ گوندل	۱	۱	مرل	۱	-	سوکن ونڈ	۱	۱
مالوکے بھلی	۱	-	مالوکے تتلے	-	۱	منڈیکی گورایہ	۱	-
کوٹ آغا	۱	۱	بوبک مرالی	-	-	ظفروال	-	۱
کلاسوالہ	۲	-	ککھانوالی بیھے	۲	۱	منڈیکی بیریاں	-	۱
تلونڈی بھنڈراں	۲	۱	مانگا	۱	۱	ڈسکہ کوٹ	۱	-
کھیوہ باجوہ	۱	-	فتوکے	-	۱	پکی کوٹلی	-	-
مالوکے	۱	-	بہلول پور	۳	-	کالا گھمناں	۱	۱
کوٹلی نتھو ملہی	۱	۱	بھڑوہ	۱	-	**ضلع گوجرانوالہ**		
مہدی پور (کھوکھووالی)	۱	۱	بستان افغاناں	۱	۱	گوجرانوالہ	۶	۳
ناروووال	۱	۲	کوٹ نیناں	-	۱	ترگڑی	۳	۱
ڈبربانوالہ	۲	۱	علینووالی	۱	۱	موہلن کے	۱	-
دھرگ	۲	-	کالیکے ناگرے	۱	-	حافظ آباد	۳	۱
میانہ پنڈ	۱	۱	راڑکے	۱	-	تلونڈی راہوالی	-	-
لدھر کرم سنگھ	-	-	بٹ باجوہ	۱	-	وزیرآباد	۲	۲
کنجروڑ	۱	-	چانگریاں	۱	۱	فیروزوالا	۲	۲
پکھی کے نوادے	۱	۱	نائی والا	۱	-	تلونڈی کھجوروالی	۱	-
			چونگ پور	-	۱			

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
پیریم کوٹ	۲	-
کوٹو تارڑ	۱	-
پیرکوٹ ثانی	۱	-
قیام پور ورکاں	۱	-
بھڑی شاہ رحمٰن	۱	-
گرمولہ ورکاں	۲	-
دولو والی	۱	۱
گکھڑ منڈی	۲	۳
مدرسہ چٹھہ	۲	۱
مانگٹ اونچے	۱	۱
چک چٹھہ	۱	-
لوری والا	۲	-
گجو چک	۱	-
علی پور چٹھہ	-	۱
چک سچاں	۱	۱
چھنی جاناں	-	-
ھنڈیالہ وڑائچ	۱	-
تلونڈی موسے خان	۳	-
کھیو والی خورد	۱	-
پھلوکی	۱	-
احسن آباد	۲	۱
سکھیکی منڈی	۳	۲
پیر کوٹ اول	-	-

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
کوٹ شیرا	۱	-
تتلے عالی	-	-
بھاکا بھٹیاں	۱	-
سادھوکے	۲	۱
ڈاہرانوالی	۱	-
نوئینکے	۲	۱
نوشہرہ ورکاں	۱	-
قلعہ سنگھیاں	۱	۱
بھڑی چٹھہ	۱	۱
لیے چٹھہ	-	-
نوکھر	۱	۲
ولادر چیمہ	-	-
سول لائنز گوجرانوالہ	-	—
لکہ کولو	-	۱
کوٹ رتہ	-	۱
ضلع شیخوپورہ		
شیخوپورہ	۴	۳
چک ۱۸ بہوڑو	۲	۱
ننکانہ صاحب	۱	۱
سانگلہ ہل	۱	۲
چک ۱۱۷ چھور	۱	۱
" ۳۳ دھاردوالی	۱	۲

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چک ۱۶۹ ر ب گرمولا	۱	۲
کرتو	۱	۱
نواں کوٹ چک ۷۹	۱	۱
کوٹ سوہندا	۱	۳
پکھی آنا	۱	۱
کلسیاں	۴	۱
چک ۵ رتیاں	۱	۱
آنبہ	۱	۱
کجر	۱	۱
کوٹ رحمت خاں	۱	۱
چک ۴۵ مرڑ	۱	۱
بیدادپور کلاں	۱	۱
چک ۱۶/۴۲ احاطہ منشی والا	۱	۱
سید والہ	۴	۶
جھنگڑ حاکم والا	۱	۱
چوڑہ سگھر	۱	۱
مریدکے	۲	۲
کوٹ دیالداس	۱	۱
کالیہ	۱	۱
ڈیرہ داد پوترے	۱	۱
کوٹ عبدالمالک (مشرقپور خورد)	۱	۱
چک ۲۲/۵	۱	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
واربرٹن - کرمپورہ	–	۱
بھینی شرقپور	۱	۱
شاہ کوٹ	۱	۱
نارنگ منڈی	۱	۱
کوٹلی جیہور	۱	۱
چک ۱۶ جید	۱	۱
بلڑھ کے	۱	۱
غازی اندرون	۱	۱
باڑہانوالہ - آروکے	–	۱
مدار شریف	۱	۱
ڈیرہ مان سنگھ (ڈیرہ ڈوراں)	۱	۱
چک ۴ رب ساہووالہ	–	۱
احاطہ لنگہ (کرمپورہ	–	۱
چک ۱۲۰ چیلیکی	–	۱
" ۲۸۵ گ ب ننگر ننگل	–	۱
گچھلی ورک	–	۱
چک ۲۵ ۲ رب ستھیالی خورد	۱	۱
بچیکی ۵۲/۲ ، ۵۳/۶	۱	۱
بھوشیوال	–	۱
باہومان	–	۱
شوکت آباد	۱	۱
شاہ مسکین	–	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چک ۱۱ بوسی سی	–	۱
لنگرڈگی	۱	۱
چک ۴ گ ب بھگوان پورہ	–	۱
کالی بیر	۱	۱
چوہڑکانہ منڈی	۱	۱
چک ۳۷ پنڈت والا	–	۱
سچا سودا	۲	۱
کیلے	۱	۱
مڑہ بلوچاں	۱	۱
جھبراں	–	۱
کوٹ رنجیت سنگھ	–	۱
ضلع ملتان		
ملتان شہر	۲	۲
لودھراں	۱	۱
خانیوال	۱	۱
دنیاپور	۲	۲
کبیروالا	۱	۱
اسماعیل آباد	۱	–
کھاد فیکٹری	–	–
حسن پور	۱	۱
چاہ احمد یانوالہ	–	–
چک ۳۴۴ W.B.	۱	–

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
پاور ہاؤس (پیراں غائب)	۱	–
فریدپور / چاہ مہندی رتہ	۱	۲
کوٹھے والا	۲	۱
عبدالحکیم	۱	–
چک ۳۹۰ W.B	۱	۱
" ۱۰۱ 15/L	۱	۱
بستی جالدار کھاکھی	۱	–
علی پور	۱	–
صادق آباد - قطب پور	۱	–
چک ۱۷۰ 10/R	۱	۱
" ۸۹۱/۱۰-R محمود آباد	۱	–
" ۱۳ V	–	–
چاہ بی بی والا	۱	–
ملتان چھاؤنی	۲	۲
گلگشت کالونی ملتان	۱	۱
نیل کوٹ چاہ بھاگووال	–	–
چک ۲۴ 10-R	–	–
" ۱۲۴ "	۱	–
" ۱۴۵ "	۱	۱
کوٹ دیوان	۱	۱
چک ۳۶۶ W.B.	–	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
ضلع وہاڑی		
وہاڑی	۵	-
بوریوالہ	۱	-
چک ۵۴۳ - ای بی	۱	-
" ۱۹۰ "	۱	-
" ۴۹۱ "	—	-
" ۱۶۳ - W.B	=	-
" ۲۸۵ ای بی	۲	-
گگو منڈی	۱	-
چک ۲۳ W.B	—	۱
" ۲۵۷ ای بی	۱	-
" ۳۶۳ "	۱	-
" ۲۴۵ "	۱	-
" ۳۷۳ "	—	۱
" ۵۴۹ "	۱	-
" ۲۱۶ "	۱	-
" ۴۹۳	۱	-
ضلع ساہیوال		
ساہیوال	۲	۴
اوکاڑہ	۲	۱
چک ۵۵ ۲/L	۱	—
" ۶ ۱۱/L	۲	۲

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چک ۳۰ ۱۱/L	۳	۳
" ۱۳۷ ۹/L	۱	-
صدر گوگیرہ	۱	-
میرک	۲	۱
دیپال پور	۱	-
قبولہ	۱	-
چک ۱۳۲ ۹/L	—	-
" ۱۴ ۱۴/L	—	-
" ۱۱۶ ۱۴/L	۱	-
" ۶۲ ۴/R	—	-
" ۳۹ ۱۲/L چیچہ وطنی	۱	-
حویلی لکھا	۱	-
منڈی ہیرا سنگھ	-	-
چک ۴۰ ۳/R	-	-
" ۹۰ ۱۲/L	—	-
پاکپتن شریف	-	-
اوکاڑہ چھاؤنی	۲	۱
عارف والا	۱	۱
چک ۵۵ ۱۲/L	—	-
حجرہ شاہ مقیم	۳	۱
چک ایل پلاٹ (فوجیاں والا)	۲	۱
چک ۲۳ جی ڈی	۱	-
رنگ شاہ	۲	-

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
ضلع مظفر گڑھ		
مظفر گڑھ	۲	-
لیہ	۲	۱
علی پور گھلواں	۳	۱
چک ۹۳ ٹی ڈی اے	۱	-
" ۱۵۹ "	۲	-
" ۳۶۸ "	۱	-
" ۱۷۱ "	—	—
" ۱۷۲ "	۱	-
" ۴۲۷ "	۱	-
" ۱۳۰ "	-	-
" ۳ ۴/R	۱	-
جتوئی	۲	۱
شہر سلطان چاہ گوئے والا	۲	۱
کوٹ ادو	۱	-
چوک منڈا	۱	-
ناصر آباد	-	-
محمود والا	-	۱
چک ۲۷۹ ٹی ڈی اے	-	۱
" T.D.A-518	۱	-
ضلع ڈیرہ غازیخان		
ڈیرہ غازی خان	۳	۳

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
راجن پور	۱	۱
چاہ اسمٰعیل والا	۱	-
بستی سہرانی	۱	-
بستی رندان	-	-
بستی شرفدین	-	-
داجل	۱	-
بیٹ چین والا	-	-
بشیر آباد	۱	-
محمود آباد	۱	۱
بستی احمد پور	۱	۱
بیٹ مٹھو (ناصر آباد)	-	-
تونسہ شریف	-	-
کوٹ قیصرانی	-	-
شادن لنڈ	-	-
ضلع بہاولپور		
بہاولپور	۲	-
چک ۸۴ فتح	۲	-
" ۱۶۱ مراد	۱	-
اوچ شریف	۱	۱
احمد پور شرقیہ	-	-
چک ۱۸۳ مراد	-	-
" ۱۹۲ "	۲	-

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چک ۲۳ ڈی این بی	-	۱
سمہ سٹہ	۱	۲
چک ۱۹۰ مراد	۱	-
" ۲۲ حمید آباد	۱	-
" ۶۳ ڈی بی	۱	-
" ۸۹ " بیرمان	-	-
" ۱۱۳ "	-	-
بستی تنکرانی	-	-
چک ۱۸۲ مراد	-	-
ضلع بہاولنگر		
بہاولنگر	۲	۲
چک ۱۴۱ مراد	۱	۱
" ۹ ایف بستی نور پور	-	۱
" ۱۶۶ مراد	۶	۲
" ۱۶۸ "	۱	-
" ۲۲۳ - 9/R	۱	-
" ۱۶۹ 7/R	۲	۲
" ۱۶۶ "	۱	-
" ۹۳ 6/R	۱	-
" ۲۰۱ مراد	-	-
" ۱۹۱ 7/R	۲	-
" ۱۶۰ "	۲	-

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چک ۳۲۷ H/R	۲	-
" ۱۶۹ مراد	۱	۱
" ۵۶ 4/R	۱	-
" ۲۴۱ H-R.	-	-
" ۱۶۴ 7/R	۲	-
ڈیرہ باجوہ	۱	-
چک ۲۱۴ 9/R	-	-
" ۱۱۱ 6/R	۱	۱
فورٹ عباس	۱	۱
چک ۲-۱۰ - ایف	۱	۱
" ۱۸۴ 7/R	۱	۱
" ۱۲ 1/R	-	۱
" ۱۸۵ 7/R	۱	۱
" ۲۰۶ مراد	-	-
" ۳۰ 3/R	-	-
ہارون آباد	-	-
چشتیاں	-	۲
ضلع رحیم یار خان		
رحیم یار خان	۱	۱
جھول	۱	-
خانپور	-	-
چک ۱۰۶/P ، ۱۳۳/P	۱	۱

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
چک ۱۰ P	—	—
" ۲۱۱ "	—	—
" ۱۴۴ "	۱	۱
" ۴۵، ۴۶ P "	—	۱
۳۲ غربی NP	۱	—
" ۱۶۷ NP. (ناصر آباد ڈھنڈی)	۱	—
" ۳۲ شرقی NP	۱	—
بستی بابا چھنڈا	—	—
" قندھارا سنگھ	۱	
چک ۷۸/۶-R فیروزہ (۱۲۳/NP)	۱	
" ۶۵ P	—	۱
بستی شادی	—	—
" بابا الٰہ بخش	—	—
لیاقت پور	—	—
صادق آباد	—	—
بستی بنی پور	—	۱
ضلع سکھر		
سکھر	۲	۱
روہڑی	۱	—
اباڑو	—	—

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
شکارپور	—	—
گوٹھ چوہدری عنایت اللہ	۱	—
ڈھرکی	—	—
میرپور ماتھیلو	—	—
ضلع جیکب آباد		
جیکب آباد	—	—
گدو بیراج	—	۱
ضلع لاڑکانہ		
لاڑکانہ	۱	۱
مسن باڑہ	۱	—
انور آباد	۱	—
گھنڈو	۱	۱
گورگیج	۱	۱
نصیر آباد	۱	۱
گوٹھ جام خان چانڈیو	۱	۱
وارہ	۱	۱
ضلع دادو		
دادو	—	—
خیرپور ناتھن شاہ	—	—
		—

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
ضلع خیرپور		
کروندی	۱	۱
جمال پور	۱	۱
گوٹھ غلام محمد چیمہ	—	۱
گوٹھ احمد آباد (دل احمد)	۱	—
گوٹھ فضل آباد	۱	—
خیرپور	۱	—
گوٹھ علی محمد	۱	—
گوٹھ عبدالسلام عمر	۱	۲
" فتح دین باجوہ	—	—
رانی پور	۱	۱
گوٹھ نہتے خان	۱	۱
گوٹھ سیٹھ محمد صادق	۱	—
گوٹھ سلطان علی	—	—
دیہہ اراڑہ	۱	—
ضلع نواب شاہ		
نواب شاہ	۵	۱
باندھی	۱	۱
گوٹھ شاہ دین	—	—
قاضی احمد	—	—
قمر آباد	۱	—

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
سکرنڈ	۱	۱
کمال ڈیرہ	۱	-
رحمٰن آباد	۱	۱
پھریا روڈ	-	۱
کنڈیارو	-	-
گوٹھ عطا محمد	-	-
محراب پور	۱	-
دوڑ	-	-
مورو	-	۱
گوٹھ امام بخش	۱	-
دریا خان مری	-	۱
گوٹھ حاجی رسول بخش	-	-

ضلع حیدرآباد

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
حیدرآباد	۱	۱
بشیر آباد	۲	۱
سنجر چانگ	۱	۱
نواں کوٹ احمدیاں	۱	۱
نواز آباد فارم	۱	۱
مبارک آباد	۱	۱
لطیف آباد	۱	۱
آصف آباد	۱	-
گوٹھ سلطان احمد گوندل	۱	-
ظفر آباد ٹوٹکا	۱	-
ٹنڈو جام	۱	۱
ٹنڈو الہ یار	۱	۱
کوٹڑی	۱	-
گوندل فارم	۱	-
گوٹھ نذیر احمد	۱	۱
ٹنڈو محمد خاں	۱	-
رحمٰن آباد	۱	-

ضلع بدین

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
بدین		-
خدا آباد	۱	۲
گلارچی	۱	-
چک ۵۔ احمد آباد	۱	۱
کھوسکی چک	۱	-
کوٹ احمدیاں	۱	۱
ٹنڈو غلام علی	۱	۱
ظفر آباد لاہنی	۱	-
گوٹھ حاجی کمال دین (لہالے پوٹھ)	۱	-
گوٹھ چوہدری نوردین	-	۱
خلیفہ قاسم	-	-

ضلع سانگھڑ

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
سانگھڑ	۲	۱
شہداد پور	۱	-
گوٹھ عبدالغنی چک ۲۴ جمراؤ	۱	۱
گوٹھ فتح پور	۱	۱
گوٹھ احمد پور	۱	۱

ضلع تھرپارکر

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
میرپور خاص	-	-
چک ۲۷۰ کا چھیلو	-	-
" " ۱۵۱	۱	۱
نوکوٹ	-	۱
نور نگر فارم	۱	۱
محمد آباد اسٹیٹ	۱	۳
احمد آباد اسٹیٹ	۱	-
نبی سر روڈ (")	۱	۱۰
محمود آباد فارم	۱	۱
ناصر آباد فارم	۱	۱
پھیرو چیچی	۱	۱
کنری	۲	۲
کریم نگر فارم	-	۱
نصرت آباد فارم	۲	۱
گوٹھ احمدیہ	-	-
شریف آباد	۱	-

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
گوٹھ سیٹھ عزیز احمد	۱	۱
لطیف نگر فارم	۱	۱
مصطفےٰ آباد فارم	-	-
طارق آباد	-	-
فضل آباد	۱	-
گوٹھ علم دین	۱	۱
نفیس نگر فارم	-	۱
ڈگری	-	۱
نگر پارکر	-	-
ضلع کراچی		

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
مارٹن روڈ	۴	۲
سوسائٹی	۳	-
ناظم آباد	۹	۲
عزیز آباد	۵	۱
صدر	۲	۲
ڈرگ روڈ	۳	۱
کورنگی	۱	۱
ملیر	۲	۱
اورنگی ٹاؤن	۲	۱
ضلع ٹھٹھہ		

نام مجلس	تعداد خدام ۱۹۸۰ء	تعداد خدام ۱۹۸۱ء
بھل کرتار	-	-
ٹھٹھہ شوگر ملز	-	-
ضلع کوئٹہ		
کوئٹہ	۲	۲
ممالک بیرون		
کابل	-	۲
کینیڈا	-	۱

تربیتی کلاسز میں نمائندگی کا سال وار گوشوارہ

سال	مجالس	خدام
۱۹۶۵ء	۵۰	۱۳۶
۱۹۶۶ء	۴۱	۱۱۳
۱۹۶۷ء	۳۰	۱۰۱
۱۹۶۸ء	۷۰	۱۷۰
۱۹۶۹ء	۱۷۰	۳۵۰
۱۹۷۰ء	۱۳۹	۲۱۷
۱۹۷۱ء	۲۶۳	۴۲۸
۱۹۷۲ء	۲۹۷	۴۷۴
۱۹۷۳ء	۲۹۶	۴۴۸
۱۹۷۴ء	۳۰۶	۴۶۱
۱۹۷۵ء	۳۷۵	۶۰۰
۱۹۷۶ء	۳۳۳	۵۶۰
۱۹۷۷ء	کلاس نہیں ہوئی	کلاس نہیں ہوئی
۱۹۷۸ء	۳۳۵	۴۹۷
۱۹۷۹ء	۳۶۱	۵۳۹
۱۹۸۰ء	۵۷۴	۸۹۳
۱۹۸۱ء	۴۴۶	۶۸۹

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی

چھبیسویں و ستائیسویں سالانہ تربیتی کلاس میں نمائندگی کا ضلعوار گوشوارہ

نام ضلع	کل مجالس	نمائندگی ۱۹۸۰ء		کل مجالس	نمائندگی ۱۹۸۱ء	
		مجالس	خدام		مجالس	خدام
پشاور	۶	۳	۶	۶	۳	۷
مردان	-	-	-	۱	-	-
ہزارہ	۵	۳	۳	۵	۴	۶
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-	-	۱	-	-
بنوں	-	-	-	-	-	-
کوہاٹ	۱	۱	۱	-	-	-
راولپنڈی	۱۰	۱۱	۳۱	۱۰	۵	۱۲
جہلم	۱۷	۴	۵	۱۷	۳	۴
اٹک	۲	۱	۱	۳	۱	۳
گجرات	۶۵	۵۳	۸۳	۶۱	۳۸	۴۵
سرگودھا	۵۵	۵۵	۸۲	۵۷	۴۴	۶۵
جھنگ	۱۹	۱۹	۲۶	۱۷	۱۷	۳۱
میانوالی	۶	۲	۲	۷	۳	۳
فیصل آباد	۸۰	۴۱	۶۶	۸۰	۳۲	۵۵
لاہور	۱۸	۱۸	۴۱	۱۸	۱۶	۶۱
قصور	۱۲	۹	۱۶	۱۱	۷	۱۰
سیالکوٹ	۹۵	۷۰	۸۵	۹۵	۶۳	۷۶
گوجرانوالہ	۴۲	۳۶	۵۹	۴۴	۲۰	۲۸
شیخوپورہ	۶۴	۵۰	۶۲	۵۸	۵۸	۷۱
ملتان	۲۷	۳۵	۲۹	۳۱	۱۶	۲۰
وہاڑی	۱۵	۱۱	۱۷	۱۵	۲	۲
ساہیوال	۲۶	۱۹	۳۰	۲۶	۹	۱۵
مظفر گڑھ	۱۵	۱۴	۲۰	۱۵	۶	۶

نام ضلع	کل مجالس	نمائندگی ۱۹۸۰ء		کل مجالس	نمائندگی ۱۹۸۱ء	
		مجالس	خدام		مجالس	خدام
ڈیرہ غازی خان	۱۵	۸	۱۰	۱۶	۴	۶
بہاولپور	۱۵	۹	۱۲	۱۶	۳	۴
بہاولنگر	۲۹	۲۰	۲۶	۲۸	۱۳	۱۷
رحیم یار خان	۱۹	۸	۸	۱۹	۶	۶
سکھر	۶	۳	۴	۷	۱	۱
جیکب آباد	۲	-	-	۲	۱	۱
لاڑکانہ	۸	۸	۸	۸	۸	۸
دادو	۱	-	-	۳	-	-
خیرپور	۱۴	۱۱	۱۱	۱۴	۶	۶
نواب شاہ	۱۶	۸	۱۲	۱۵	۷	۷
حیدرآباد	۱۷	۱۷	۱۸	۱۷	۱۰	۱۰
بدین	۱۱	۸	۸	۱۱	۵	۶
تھرپارکر	۲۵	۱۵	۱۷	۲۴	۱۶	۱۹
سانگھڑ	۵	۵	۶	۵	۴	۴
کراچی	۹	۹	۳۱	۹	۸	۱۱
کوئٹہ	۱	۱	۱	۱	۱	۲
کوٹلی (آزاد کشمیر)	۸	۳	۳	۸	۳	۵
میرپور "	۳	-	-	۳	-	-
مظفر آباد "	۳	-	-	۳	-	-
ربوہ	۱	۱	۴۶	۱	۱	۵۳
بیرون پاکستان	-	-	-	-	۲	۳
میزان	۷۸۸	۵۷۹	۸۸۶	۷۸۸	۴۴۶	۶۸۹

Monthly **KHALID** Rabwah

REGD. NO. L 5830 | Editor : KHALID MASOOD | JULY 1981